هو الاول والآخر والظاهر والباطن وهو بکل شیء علیم

عند ذکر اولیاء الله تنزل الرحمة

لله الحمد

کتاب لاجواب معدنِ فضائل و مخزن کمالات مفاتیح الاعجاز

شرح گلشنِ راز

مترجمہ عارف کامل واصل سر حلقۂ اہل دل مولانا و بالفضل اولانا
مولوی حاجی محمد عبد العزیز صاحب قادری شافعی خلیفۃ الشیخ حضرت
سید شاہ عمر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سنہ ۱۳۲۳ ھ

مطبع نظامی کرنول واقع بازار عیسیٰ صاحب طبع شد

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الحميد الحامد المحمود والصلوة والبركات والسلام على
حبيبنا وسيدنا وشفيعنا محمد صاحب المقام المحمود معدن الكرم ومنبع الجود
وعلى اخوانه من الانبياء والمرسلين وآله واصحابه وازواجه امهات المؤمنين
وعلى اهل البيت الطاهرين خصوصا على ولده سيد الشهداء سيدنا الحسين و
اخيه وابيه وامه وبنيه وسائر الائمة المهديين وعلى محبوب سبحٰن
رب العلمين غوث الثقلين الشيخ عبد القادر الجيلاني وعلى
جميع الصديقين والشهداء والاولياء والصلحين امين امين

امابعد

اما بعد فقیر حقیر پر تقصیر بندۂ ناچیز معرا از شعور و تمیز محمد عبد العزیز قادری (ابن المرحوم المغفور غلام محمد) شافعی کان اللہ لہ واحسن احوالہ و عاقبتہ مرید و خلیفۂ عارفِ کامل و اصلِ حق حضرت سید شاہ محمد عمر الحسینی القادری الچشتی النقشبندی الرفاعی الحنبلی الحیدرآبادی قدس اللہ سرہ العزیز۔ عرض پرداز ہے کہ غواصِ بحرِ معرفت و محبت واقفِ رموزِ سلوکِ طریقت نجم الملتہ والدین سعد الدین محمود شبستری التبریزی قدس سرہ نے سن (۷۱۷) سات سو سترہ ہجری میں بجوابِ سوالاتِ حقایق آگاہ معارف دستگاہ امیر سید حسینی الخراسانی مرید و خلیفۂ حضرت شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانی (کہ خلیفۂ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہم کے تھے) ایک مختصر رسالہ منظومہ مسمیٰ بہ شرح گلشن راز۔ زبان فارسی میں تصنیف فرمایا جس کے مطالعہ سے واضح ہوگا کہ اس میں کس خوبی سے ارباب ذوق کے لئے حقایق و نکات بیان کئے گئے ہیں کہ وقت مطالعہ دیدہ نمناک اور دل زنگ آلود پاک و صاف ہوجاتا ہے۔ آہ سرد پر درد نکلتی ہے ہیچمیرز سے ایک دوست سراسر مغز بے پوست۔ سالکِ طریق مودت و ساکنِ مقام محبت نے فرمایش کی اور اصرار بے شمار فرمایا کہ تو شرح گلشن راز کا ترجمہ بزبان اردو کردے۔ لیکن فقیر بسبب اپنی قلت بضاعت کے جسقدر اس امر مہتم بالشان و اظہار اسرار غامضہ میں اقدام کرنے سے تامل کرتا تھا اسی قدر

استبداد و اصرار دوست صمیمی بڑھتا جاتا تھا۔ بالآخر استجازہ و استخارہ پر مجبور رہو املہم الصواب سے اجازت باشارت ہوئی تخلف ناممکن تھا۔ بازدیاد مضامین متعلقہ ترجمہ لکھنا شروع کیا جسطرح کہ صفحہ (۵۷) سطر (۱۱) عزیز الآخرۃ مطبوعہ قاسم پریس مورخہ ۵ ار شعبان المعظم ۳۲۶ھ اور صفحہ (۱۴) سطر (۷) لمعات معرفت میں تذکرہ کیا گیا ہے۔ ترجمہ مذکورہ کو پیر جوان مرشد کامل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نہایت پسند اور جلد تکمیل کرنے کیلئے امر فرمایا تھا۔ بوجہ عدیم الفرصتی از کثرت کارہائے سرکاری و علالت پر ملالت مزاج یا یوں سمجھنا چاہئے کہ فقیر کے تقدیر میں اسیقدر حصہ لکھا تھا صرف (۱۸۶) ابیات کی شرح و ترجمہ سے زاید نہیں لکھی گئی تھی کہ دفعتہً رہبر طریقت کا وصال ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ فقیر کے دل و دماغ پر وہ صدمہ پہونچا ہے کہ الامان۔ افسوس ہے کہ اب فقیر کا دماغ تکمیل ترجمہ کے بارگراں کا متحمل نہ رہا۔ اور طبیعت یہ بھی نہیں چاہتی کہ یہ گنجینۂ اسرار یوں ہی بیکار و کرم خوردہ ہو جائے لہذا بموجب وعدۂ مندرجہ صفحہ (۱۴۹) و (۱۵۰) مقالات الطریقت مطبوعہ ۶ رجب المرجب ۱۳۳۱ھ ابیات کا ترجمہ مع مضامین شرحیہ پیش کش ارباب بصیرت ہے اور باقی ابیات بجنسہ (اس خیال سے کہ اصل رسالۂ منظومہ کی اشاعت ہو اور اس امید سے کہ شاید کوئی بندۂ خدا اس کی تکمیل و تشہیر فرمادے) درج ذیل ہیں۔

رہن نقصہ

اہل فقر کی غرض و غایت یہی ہوتی ہے کہ بقدر اپنی
استعداد کے احوال و مکاشفات سے اس طایفہ کے طالبان راہ
علیہ محظوظ ہوں۔ جو کچھ انھوں نے سنا ہے عین بصیرت سے مشاہدہ
کرلیں کیفیت وجدانی کو تعلیم و تعلم سے پانا ممکن نہیں۔ ع
کس لذت ایں بادہ چہ داند کہ نخوردہ است۔
التجا براہ مزید کرم نظم و نثر مضمون مندرجۂ نسخۂ ہذا کو بجز حضرات
ذی الفہم و اہل علم باطن کے کم سواد و بے استعداد بلا استمداد شیخ کامل کے
مطالعہ نکریں ورنہ بجائے نفع کثیر کے نقصان عظیم متصور ہے۔
اے وحدۃ الوجود کے منکر و نصیحت مشفقانہ میں تمیز حاصل کرو کہ
مسئلہ وحدۃ الوجود برحق و مسائل دینیہ میں اہم مسئلہ ہے ہر شخص کا
ادراک اس کے فہم سے مقصر ہے اس لئے چاہیئے کہ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا
فِي الْمِلَّةِ الْآخِرَةِ ۔ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ۔ نہیں سنی ہم نے یہ
بات سچ دین پچھلے کے تحقیق یہ ایک چیز ہے تعجب کی نہ کہیں
وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيدُ ۔ اور
آئی بیہوشی موت کی ساتھ حق کے یہ ہے وہ چیز کہ تھا تو اُس سے
مڑجاتا۔ معلوم ہوجائیگا۔ مَنْ جَهِلَ شَيْئًا عَادَاهُ ۔ یہ مسلمہ امر ہے کہ
جسکو جس علم سے کچھ بہرہ نہیں ہوتا ہے وہ اس کا منکر ہو جاتا ہے
لغو بجتا ہے۔ جس طرح علم حکمت وغیرہ کے باوجود ناداننستگی قائل
ہیں علم حقایق و معارف کو بھی تسلیم کرنا چاہیئے۔ اگر یہ مسئلہ

وحدۃ الوجود سمجھ میں نہ آئے تو شرعی طور سے اسقدر اعتقاد رکھے کہ یہ تمام عالم حادث و مصنوع ہے اور خداوند عالم قدیم وصانع ہے ۔ اِس حادث کو اُس قدیم سے کسطرح کا رابطہ ہے اور صانع و مصنوع میں کسطرح علاقۂ عینیت ہے یا غیریت محض ہے اس سے ساکت رہے ۔ جبتک شیخ کامل سے ملاقات ہو اور وہ تیرے شکوک کو رفع کرکے اس مسئلہ کو اچھی طرح سمجھائے گا تقرب الٰہی بڑہتا جائے گا ۔ ورنہ کچا صوفی پکا ملحد بنجائیگا ظاہر شرع بھی ہاتھ سے جاتی رہے گی لہذا اس مسئلہ سے بعوض صریح انکار کے صرف اسقدر رکھنا اور یقین کرنا کافی ہوگا کہ جو کچھ رسول اللہ خدا تعالیٰ کے نزدیک سے لائے ہیں اِن تمام امور پر میں ایمان لایا ہوں وبس ۔ واللہ الموفق بالخیر ۔ فاعتبروا یا اولی الابصار ۔

معذرت ۔ فقیر حقیر اہل زبان نہیں ہے ناظرین سے استدعا ہے کہ طرز بیان سے قطع نظر فرما کر عفو کی بھاری نظر ڈالیں اور اصل مضامین پر غور کافی فرمائیں کہ چشم گریاں سینہ بریاں دل سوزاں ہوجاتا ہے ؎

کسانیکہ یزداں پرستی کنند (بگو) بہ آواز دولاب مستی کنند

شکریہ ۔ باخدا کرم فرماں برادر طریقتی مولوی محمد علی صاحب قادری علم دوست و عالم معتمد سمستان جٹ پول کو خدا تعالے نے دنیا میں پریشانی نہ دی اور اسباب جمعیت کو آمادہ فرمایا

اور پھر دین کی طرف متوجہ اور اس کا ہمدرد بنایا یہ اس کا انعام و احسان ہے بتدریج بترسیل رقم اس کے طبع میں حصہ لینا اور معاون ہونے کا وعدہ فرمایا ہے۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء قدر علم عالم بداند و قدر جوہر جوہری۔

سعد۔ از زبانِ بلبل تاریخ آں شنیدہ
فصل بہار از سر آمد بہ گلشن راز
۱۳ھ ۳۲

قطعہ تاریخ حاجی غلام محمد صاحب شوق قادری ابوالعلائی

عبد العزیز عزیز جہاں صاحب مذاق
ہم خادم و خلیفۂ سیدشہ عمر
صد آفریں بہ جانِ عزیزِ موزوں
بخشند خدا صلہ بطفیل پیامبر
منظوم شرح گلشن راز یست فارسی
در نثر اردو ترجمہ او کرد خوبتر
واللہ عجیب نسخۂ تازہ کن دماغ
باشد ز بہر ذوق فزا صاحب ہنر
با فرط شادمانی و جوش مذاق شوق
تاریخ طبع از سر جاں گفت مختصر
۱۳۳۲ھ

از طبع زاد مولوی عبد العزیز صاحب مہاجر

بیا بیا و دریں گلستاں تفرج کن۔
نوائے بلبلِ شیدا شنو تعرج کن
زچشمہ ہائے دل آویزاں تمتع گیر۔
زقطرہ بحر شو و زود تر تموج کن

پئے سعی مولوی عبد العزیز ست
بہ بین تازہ بہارِ گلشن راز
نوشتنم سالِ این تالیف لمعہ
ہمین تازہ بہارِ گلشن راز

۳۴ ۱۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بنام آنکہ جان را فکرت آموخت
چراغِ دل زِ نورِ جاں برافروخت

اُس کے نام سے شروع کرتا ہوں جس نے جان کو فکر سکھلائی
چراغِ دل کو نورِ جان سے روشن کیا۔

اصحاب ظاہر و اہل باطن ان دونوں کے پاس فکر معتبر ہے۔ کیونکہ فکر حقیقت میں سیر معنوی ہے۔ ظاہر سے باطن کی طرف۔ اور صورت سے معنی کی جانب۔ لیکن اصحابِ ظاہر معرفت الٰہی کو نظر و استدلال سے حاصل کرتے ہیں۔ اور ارباب باطن کشف سے۔ اسی لئے فکر کی تعریف کی

اور جبکہ انسانیت انسان کی دل کے سبب ہے۔ کیونکہ دل تفصیل علم و کمالات روح کا محل ہے۔ اور تقلب ظہورات الٰہی بسبب شیونات ذاتی کے جو ہوتے ہیں اس کا مظہر ہے۔ اس لئے اوس کا نام قلب ہوا دوسرے مصرع میں اسی وجہ سے اس کا ذکر فرمایا اور دل۔ روح اور نفس کے درمیان ہیں واسطہ ہے روح سے مستفیض اور نفس پر مفیض ہے اسی لئے کہا چراغ دل۔ الخ۔ اور دل کو چراغ سے اِس لئے منسوب کیا کہ جیسے اندھیرے ہیں ادراک اشیا بواسطۂ نور چراغ ہوتا ہے۔ اسی طرح رویت جمال وحدت حقیقی تاریکی کثرت ہیں بجز صفائی دل حاصل نہیں ہوسکتی۔

جامِ جہاں نما دل انسان کامل است
مرآۃ حق نما بہ حقیقت ہمیں دل ست
دل مخزنِ خزاینِ سرّ الٰہی ست
مقصودِ ہر دو کون نہ دل جو کہ حاصل ست

اور نور کو جان سے اِس لئے نسبت دی کہ بسبب صفائی تجرد کے مجلّا اور کدورات تعلق سے معرا ہے۔ اور عقل۔ و روح و سر و خفی ونفس ناطقہ و قلب یک حقیقت ہیں کہ مراتب میں بحسب ضرورت بواسطۂ اختلافِ صفات کے یہ مختلف نام پیدا ہوے۔ اور ہر نام بہ اعتبار صفتِ خاص کے ہے۔ چنانچہ عقل اس حیثیت سے کہتے ہیں

وجہ تسمیہ روح و نفس و عقل وغیرہ۔

کہ تعقل اپنی ذات وموجودات کا کرتی ہے۔ اور اشیاء کو جانتی ہے۔ اور جان فارسی لفظ روح کی معنی میں ہے۔ اور روح اس لئے نام ہوا کہ اپنی ذات سے زندہ ہے۔ اور غیر کو زندہ کرنے والی ہے۔ اور سر اس لئے نام ہوا کہ اہل دل کے سوائے کوئی اوسے ادراک نہیں کرسکتا۔ اور خفی کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ عرفا وغیرہم پر بھی اس کی حقیقت مخفی ہے۔ اور نفس ناطقہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہی مدرکہ کلیات ہے۔ اور قلب اس جہت سے نام ہوا کہ شیونات الٰہی کا مظہر ہے اور ہر لحظہ اوس سے دوسرا اثر ظاہر ہوتا ہے۔ اور ایک صفت سے دوسرے صفت کے طرف منقلب ہوتا ہے۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ وہ منقلب ہے درمیان میں اون دو وجھوں کے کہ ایک حق کے جانب۔ اور دوسری خلق کے جانب ہے اور حق سے مستفیض اور خلق پر مفیض ہے۔ چونکہ نشاء انسان کامل اول الفکر و آخر العمل ہے اسی لئے منعم کی اوس نعمت کا ذکر سب سے پہلے فرمایا کہ جو مخصوص انسانی ہے۔ پھر اوس نعمت کا ذکر فرمایا جو عالم و آدم کو شامل ہے۔ تا خصوصیت آدم اور اوس کا تقدم ذاتی جو عالم پر ہے معلوم ہو جائے چنانچہ فرمایا۔ ؎

زفیضش ہر دو عالم گشت روشن
زفیضش خاکِ آدم گشت گلشن

تجلی ظہوری دو قسم پر ہے۔ ایک عام دوسری خاص۔ عام کو تجلی رحمانی کہتے ہیں کہ افاضۂ وجود سات تمامی کمالات کے کل موجودات پر کرتی ہے۔ اور اس تجلی میں تمام موجودات برابر ہیں۔ مَا تَرٰی فِی خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفَاوُتٍ ۔ وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ ۔ میں اس کے جانب اشارہ ہے۔ اور اس تجلی کو رحمت امتنانی کہتے ہیں۔ کیونکہ محض احسان وعنایت سے بغیر سابقۂ عملی کے عام طور پر افاضہ اس رحمت کا فرمایا ہے۔ اور فیض سے یہی تجلی مراد ہے۔ اور ہر دو عالم سے مراد غیب وشہادت اور دنیا وعقبیٰ ہے۔ اور اسی تجلی نے انہیں روشن کیا ہے۔ ۵

ایں بود ہر ذوات را شامل	ناقص از وے برابر کامل
کافر وکفر ومومن وایمان	ہمہ را اندرو مساوی دان

دوسری تجلی کو جو خاص ہے تجلی رحیمی کہتے ہیں اس لئے کہ فیضان کمالات معنویہ مومنوں۔ اور صدیقوں اور اہل اللہ کرتی ہے۔ مثل۔ معرفت وتوحید ورضا وتسلیم وتوکل ومتابعت اوامر واجتناب از نواہی۔ اور اسی تجلی کو فیض سے تعبیر فرمایا۔ اس تجلی میں کافر مومن سے اور عاصی مطیع سے اور ناقص کامل سے ممتاز ہوا ہے۔ اور یہ فیض خاص ہے جس نے کہ طینتِ انسانی کو گلشن بنایا۔ اور ہزارہا پھول رنگارنگ معارف وتعینات کے اوس گلشن میں کہلائے اور چونکہ اظہار کمالِ ذاتی

اور اسمائی ساتھ قدرت قدیرہ اور ارادت مریدہ کامل الارادت کے واقع ہے اس لئے فرمایا۔ ؎

توانائی کہ دریک طرفۃ العین
زکاف ونون پدید آورد کونین

یعنے ایسا قادر کہ ایک نظر اجمالی سے جو مراد اقتضائے ذاتی سے ہے محبت ظہور و اظہار کو کاف ونون سے کہ صورت ارادۂ کلیہ کی ہے ظاہر فرمایا۔ کونین یعنے اعیان ثابتہ تمام موجودات کے خواہ غیب ہوں یا شہادت (کہ ان اعیان کو صور علمیہ حق کہتے ہیں) ساتھ تجلی دوم کے کہ تجلی واحدیت والوھیت ہے تفصیل پاکر ایک دوسرے سے ممتاز ہوگئے۔

اور یہ مرتبہ تنزل مرتبۂ احدیت۔ ذات سے مرتبۂ اسما و صفات کے طرف ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ ذات احدیت نے جب اقتضا التعین اول کا کیا کہ برزخ جامع درمیان وجوب و امکان کے ہے احدیت باعتبار شیون اسمار کے واحدیت والھیت ہوئی۔ اور اسی تعین اول کو عقل کل۔ قلم۔ روح اعظم۔ ام الکتاب حقیقت محمدی کہتے ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اور ان اسما کی کثرت باعتبار اختلاف صفات ہے اور اعیان جمیع اشیا عالم غیب وشہادت کے کہ جسے کونین کہا ہے۔ صورت میں اس تعین اول کے بطور امتیاز کے علم حق ہیں

ثابت ہوئے اور ساتھ اس تجلی نفس رحمانی کے ظہور میں آئے اور نفس رحمانی سے مراد ظہور حق صور ممکنات میں ہے۔ اور یہی تجلی ہے کہ افاضۂ وجود جمیع موجودات پر کرتی ہے۔ اور پہلا مرتبہ کہ جس نے اس فیض کو قبول کیا تعین اول ہے۔ اِسی لئے فرمایا۔ ۵

نفس رحمانی

بیت

چو قافِ قدرتش دم بر قلم زد
ہزاراں نقش بر لوح عدم زد

یعنے ارادۂ الٰہی و قدرت نامتناہی نے ساتھ نفس رحمانی کے جب ایجاد تعین اول کا کیا کہ قلم اسی سے مراد ہے ہزاراں نقش یعنے نقوشِ اعیانِ موجودات غیر متناہیۂ روحانی وجسمانی کو صفحہ عدم پر لکھا۔ اور اس عدم سے مراد عدم اضافی ہے۔ کیونکہ اعیان ثابتہ بہ نسبت وجود خارجی کے عدم کہلاتے ہیں۔ اور مراد اس سے کہ نقوشِ کثرت جو منتقش لوح عدم پر ہے۔ نہ یہ ہے کہ عدم ظرف اعیان ہوا ہے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ اعیان ثابتہ جس حالت میں کہ علم حق میں ہے متصف عدم خارجی سے ہے۔ پس گویا کہ عدم ثابت ہے۔ اور ساتھ قاف قدرت کے کہ پہلا حرف قدرت کا ہے اشارہ ہے اس بات کا کہ اول مقدور کہ قدرت ساتھ اس کے متعلق ہوئی تعین اول ہے جسے قلم کہتے ہیں۔

ہزاراں

از آن ۵ دم گشت پیدا ہر دو عالم
وزاں دم شد ہویدا جانِ آدم

یعنے اوس نفس رحمانی سے غیب و شہادت ساتھ تجلی شہودی حق کے ظہور پائی۔ اس ظہور حق کو۔ صورِ مظاہر کونیہ میں نفس رحمانی کہتے ہیں۔ نفس انسانی کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں۔ جس طرح کہ نفس انسان یعنے اوس کا دم خالص ہوا ہے اور جب مخارج حروف کو پہنچتا ہے متلبس صورِ حروف کے ہوتا ہے۔ اسی طرح ذات احدیت کہ منزہ کثرت سے ہے جب آئینہ مظاہر امکانیہ میں تجلی کرتی ہے بسبب اظہار اسما و صفات کے ساتھ لباس کثرت کے متلبس ہوتی ہے۔ اور اسی تجلی ظہوری سے کہ مراد نفس رحمانی سے ہے جان اور حقیقت آدم کہ جامع جمیع کمالات وجوبی و امکانی ہے ہویدا و ظاہر ہے۔ ۵

در آدم شد پدید آں عقل و تمیز
کہ تا دانست ازاں اصل ہمہ چیز

جبکہ آدم مجلائے ذات و آئینہ جمیع اسماء و صفات الٰہی تھے البتہ عقل ممیز کہ مستلزم معرفت تامہ تھی نشأۃ ظہور میں آئی۔ کیونکہ ایجاد موجودات سے مقصود معرفت الٰہی ہے۔ جسطرح حدیث قدسی میں ہے کہ داؤد علیہ السلام نے حضرت عزت سے سوال کیا کہ تو نے خلق کو کس لئے پیدا کیا۔ وحی آئی

کہ کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لکی اعرف
قران مجید میں بھی۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ
مذکور ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما لیعبدون کا معنی
لیعرفون فرماتے ہیں اور نہایت صحیح ودرست ہے اس لئے کہ
عبادت سے مراد عرفان ہے یعنے علت غائی تخلیق آدم کی عرفان
وشناخت معبود حقیقی ہے اور وہ منحصر ہے علم ربوبیت اور علم عبودیت
پر۔ اس میں یہ بھی ایک نکتہ ہے کہ عرفان کے دو طریقہ ہیں۔ پہلا
استدلال کہ علماء کے ساتھ مخصوص ہے۔ دوسرا صفائی باطن
کہ خلاصۂ عرفان ہے۔ اور یہ معرفت کشفی وشہودی میسر نہیں ہوتی
مگر بسبب طاعت قلبی وقالبی ونفسی وروحی وسری وخفی کے پس
سبب کا ذکر کرکے مسبب کا ارادہ فرمایا۔ تا یقینی طور سے جانیں
کہ غرض ایجاد سے معرفت شہودی ہے کہ بسبب عبادت کے
حاصل ہوتی ہے نہ کہ استدلالی۔ **مثنوی**۔

پائے استدلالیاں چوبین بود	پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

اور مقتضائے حکمت بالغۂ الٰہی بسبب اظہار اسماء وصفات
نامتناہی کے وہ تھا کہ انشائے مراتب کلیہ وایجاد مظاہر جزئیہ
غیر متناہیہ کرے تا ہر ایک اس مراتب کلیہ وجزئیہ الٰہی سے
معلوم ہووے اور سلطنت اس اسم کے کہ رب ومدبر اس مرتبہ
کا ہے اس مظاہر میں بہ تمام وکمال ظہور پائے۔ اور مجموعہ اسماء

ساتھ نفس رحمانی کے کرب کموں سے ساتھ آرام بروز کے آرام
پا ہیں جسطرح آرام لینا انسان کا ساتھ دم لینے کے اور جمیع کمالات
کہ مرتبۂ جمع میں مجمل ہے مقام کثرت و فرق میں مفصل ہوں۔ اور
یہ بات مُسلّم ہے کہ جس کو علم و صفت سے کچھ بہرہ نہیں ہوتا ہے
وہ نہیں جانتا کہ کوئی دوسرا شخص بھی یہ صفت رکھتا ہے۔ اور
تمامی موجودات کہ مظاہر اسمار الٰہی ہیں ہر ایک مظہر ایک اسم
کا اسمار الٰہی میں سے ہے۔ جسطرح ملائکہ نے فرمایا کہ نَحْنُ
نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ اور شیطان نے کہا کہ بِعِزَّتِكَ
لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ۔ اور تمام اسما و صفات کا مظہر سوائے انسان
کے کوئی نہیں ہے۔ اسی لئے عبادت و معرفت تامہ سوائے
انسان کامل کے دوسرے کو حاصل نہیں ہے۔ اسی لئے فرمایا
کہ در آدم شد الخ جبکہ آدم کہ انسان کامل ہے مظہر جمیع اسمار
وصفات کا تھا یہ عقل و تمیز کہ لازم جامعیت ہے اسی میں
اس کا ظہور ہوا۔ اسی سے تمام اشیار کے اصل کو پایا۔ کیونکہ
اپنے رب کا کہ اللہ ہے عارف ہو کر عارف جمیع اسما کا ہوا۔ اس لئے
کہ مجموع اسما تحت اسم کلی اللہ کے مندرج ہے مثل مندرج
ہونے جزئیات کے کلیات کی تحت میں۔ چنانچہ کلام قدیم میں
ارشاد ہے ءَأَرْبَابٌ مُتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝
توئی کہ مظہر ذاتِ وصفاتِ سبحانی ؎

ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور تیری پاکی بیان کرتے ہیں۔ قسم ہے تیری ہی عزت کی ضرور گمراہ کرونگا ان سب کو۔

کیا جدا جدا معبود اچھے ہیں یا اکیلا زبردست خدا۔

بملک صورت ومعنی تو عرش رحمانی؛

کتاب جامع آیات کائنات توئی؛

ازآنکہ نسخۂ لاریب سر یزدانی؛

تراست باہمہ انسی ازانکہ تو ہمہ؛

ازیں سبب تو مسمیٰ باسم انسانی؛

اگر بکنہ کمال حقیقت بہ رسی؛

زخویشتن شنوی آں صدائے سبحانی؛

چو خود را دید یک شخص معین

تفکر کرد تا خود چیستم من

جاننا چاہئے کہ ہر عین کو اعیان موجودہ سے دو اعتبار ہے ایک ازروئے حقیقت اور یہ مراد ہے ظہور حق سے صورت ممکنات میں اور اسی کو تجلی شہودی کہتے ہیں۔ دوم ازروئے تعین و تشخص کے اور اسی اعتبار سے اشیاء کو خلق و ممکن نام رکھتے ہیں اور اسی وجہ سے جمیع نقائص ممکنات کے طرف منسوب کرتے ہیں۔

ازرہ صورت نماید غیر دوست		چوں نظر کردی بمعنی جملہ اوست

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ اشارہ اعتبار دوم کے جانب ہے۔ اور
مَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ اشارہ اعتبار اول کے طرف ہے ۵

کوزہ چوں بشکست می گوئی سفال؛

جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ تمام فنا ہو جائیگا۔ جو اللہ کے پاس ہے وہی باقی رہنے والا ہے

چوں

چوں سفالش خاک شد بنگر تو حال

اور تعین اشیا کہ امر اعتباری ہے پردۂ جمال اسی جمیل مطلق کا ہے کہ آئینوں میں مظاہر موجودات کے جلوہ دکھا رہا ہے۔ اور جب درمیان میں دو چیزوں کے مناسبت نہو تو معرفت متصور نہ ہو سکیگی۔ اور جبکہ معروف حق تعالے ہے جو واحد بالذات وکثیر الصفات ہے۔ مقتضائے حکمت الٰہی یہ ہوئی کہ موافق خَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ انسان بھی کہ عارف حقیقی ہے شخص میں واحد اور کثیر الصفات وافعال وقوی ہووے تا بسبب جامعیت کے معرفت کاملہ جو کہ غایت ایجاد ممکنات ہے اسکو حاصل ہو۔ اور وہ جو عبارت میں عرفا کے اَلْکَثْرَةُ بَیْنَ الْوَحْدَتَیْنِ مذکور ہے۔ اشارہ ساتھ وحدت حقیقی حق اور وحدت شخصی انسانی کے ہے اور پہلی چیز جو مُدرک انسان ہوتی ہے۔ تعین شخصی اسی کا ہے جو کہ نہایت تنزلات نصف نزولی دائرہ وجود کا ہے۔ اور بدایت نصف عروجی اور مرتبۂ انسان کو مطلع الفجر کہتے ہیں۔ جسطرح کہ ابتدائے مراتب موجودات سے مرتبۂ انسانی تک کہ نہایت کثرت ہے سیر دریا جانب قطرہ ہے۔ اور مرتبۂ انسانی سے تا مقام احدیت سیر قطرہ سوئے دریا ہے۔ اور جبکہ یہ سیر رجوعی وعروجی مرتبۂ انسانی ہے اور بے وسیلہ تفکر کے (حرکت معنوی کثرت سے وحدت کے طرف اور صورت سے

معنی کے جانب ہے) یہ سیر میسر نہیں ہو سکتی۔ اس لئے فرمایا مصرع کہ خود را دید یک شخص معین۔ یعنے ساتھ تعین خاص کے کہ تمامی حقایق و کمالات کونیہ و الٰھیہ ہے بحکم اتحاد مظہر و ظاہر کے اوس تعین میں مندرج ہے ع

تفکر کرد تا خود چیستم من ؎

یعنے خود کے تعین کو کہ منسوب ساتھ امکان کے ہے وسیلہ اور مقدمہ شناخت کا واجب تعالےٰ کے گردانا۔ بسبب مشابہت کے ازروئے جامعیت کے اس لئے کہ اِنَّ الاَشیَاءَ تَتَبَیَّنُ بِاَضدَادِھَا جاننا چاہئے کہ تفکر و سیر و سلوک کہ سالکان موحد کہتے ہیں کہ سیر کشفی عیانی ہے مراد ہے نہ استدلالی سے کہ ترتیب مقدمات معلومہ سے ہووے۔ جس سے مجہول حاصل ہووے۔ اس لئے کہ معرفت استدلالی بہ نسبت معرفت کشفی کے مثل جہل ہے لَیسَ الخَبَرُ کَالمُعَایَنَۃِ تنزل احدیت جو مراتب امکانیہ میں واسطے اظہار احکام اسمار و صفات کے ہووے۔ اوسے سیر مطلق مقید میں۔ اور سیر کلی جزوی میں کہتے ہیں۔ اور یہ سیر ظہوری۔ و انبساطی ہے۔ لیکن سیر عروجی کہ عکس سیر نزولی ہے۔ اور نشأت انسانی مبدا۔ اوس سیر عروجی کا ہے اور نہایت اوس سیر کی وصول انسان ہے ساتھ نقطہ اول کے جو کہ احدیت ہے اوسکو سیر مقید بجانب مطلق اور

اور سیر

اشیا اپنے اضداد سے یقینا پہچانے جاتے ہیں۔

شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔

اور سیر جزوی بسوئے کلی کہتے ہیں اور یہی سیر شعوری و انقباضی ہے۔ اور حقیقت میں یہ سیر مستلزم معرفت کشفی و شہودی ہے اس لئے فرمایا۔ ؎

زجزوی سوئے کلی یک سفر کرد
وز انجا باز بر عالم گذر کرد

جب وجود واحد مطلق نے مراتب تنزلات میں تجلی فرمائی اور متعین ساتھ تعین کے ہوا تو اس مقید کو جزوی اور مطلق کو کلی بولتے ہیں۔ اور مقید جزوی بسبب تقید کے کلی سے محجوب ہے اور اس سفر کو جو سیر و سلوک مقید بجانب مطلق ہے سیر الی اللہ کہتے ہیں۔ اور یہ سوائے انسان کامل کے دوسرے کو میسر نہیں ہے اور کیفیت اس سیر کی یہ ہے کہ طالب صادق حسب ارشاد مرشد کامل تصفیۂ باطن میں مشغول ہووے۔ اور ہمیشہ ذکر اور مبدا ر کی طرف توجہ اور نفی خطرات میں مشغول رہے۔ دل و سر کو غیر حق سے خالی کرے۔ اور جب دل سالک ذکر و توجہ سے مصقلہ پائے اور مصفے ہووے انوار الٰہی تعالےٰ شانہٗ ظاہر و باطن میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔ اور اوس نور کی قوت اور جذبہ کی طاقت سے سالک اس تقید سے عبور کرتا ہے اور ہر مرتبہ میں سالک کو مکاشفات

حالات پیدا ہوتے ہیں کہ اون علامات کو صاحب حال پہچانتا ہے اور اوس کی شرح دراز ہے۔ اور ایسی ہی حالت وقت میں سالک جسد مثالی سے صحرا و دریا میں سیر وطیر کرتا ہے اور بہت سے غرایب مشاہدہ کرتا ہے۔ پہلے جسطرح صفات بشری وحیوانی ونباتی وعنصری سے گذرا تھا۔ اب صفات ملکی وفلکی سے بھی عبور کرتا ہے۔ اور پھر عرش وکرسی سے گذر کر اجسام۔ وجسمانیات سے معرا ہوکر علم مجرد ہو جاتا ہے۔ اوسوقت حضرت جل جلالہ بے کیف وبے جہت سالک پر تجلی فرماتا ہے اور سالک اوس انوار تجلی ذاتی احدی میں فانی ومضمحل ہو جاتا ہے۔ اور فنا فی اللہ کہ کل اولیا کو حاصل ہوتی ہے اوسی حالت کا نام ہے۔

ہیچ کس را تا نگردد این فنا	نیست رہ در بارگاہ کبریا
سالکان دانند در میدان درد	تا فنای عشق با مردان چہ کرد

بعد فنا کے سالک اپنی ہستیٔ موہوم سے باقی باللہ ہوتا ہے چنانچہ آیا ہے کہ مَنْ قَتَلْتُهٗ فَعَلَیَّ دِیَتُهٗ وَمَنْ عَلَیَّ دِیَتُهٗ فَاَنَا دِیَتُهٗ اور اوس بقا میں تمام کمالاتِ حقیقتِ انسانی ظاہر ہوکر مظہر جمیع اسمار وصفات الٰہی ہوتا ہے۔ اور اوس حال میں معرفت کشفی وعیانی پوری طور سے حاصل ہوتی ہے۔ قولہ۔

زجزوی سوئے کلی یک سفر کرد

یعنے تعین آدم کہ جزوی ہے بسوئے کلی کہ واحد مطلق ہے ایک سفر کیا۔ یعنے مقام احدیت تک پہونچا۔ پھر عالم پر گذر کیا۔ یعنے مرتبہ جزویت وتقید کے جانب گذر کیا یعنے سیر باللہ کے طرف جس میں عارف پر ہر تعین تعینات سے خاص صفت پر ظاہر ہوتا ہے۔ اور کثرت بسبب کثرت صفات کے ہے تکثر صفات سے تکثر ذاتِ واحد لازم نہیں آتی۔ ۵

جہاں را دید امر اعتباری
چو واحد گشتہ در اعداد ساری

عارف تمام کثرتوں کو وجود واحد سے قایم دیکھتا ہے۔ اور اوسے خوب معلوم ہوگیا ہے کہ موجود حقیقی سوائے ایک کے دوسرا نہیں ہے اور قید واطلاق وغیرہ یہ سب اوس حقیقت کے اعتبارات ہیں اور سریان وجود واحد مطلق کا کثرات کونیہ میں اسطرح ہے جسطرح سریان واحد اعداد میں ہے۔ کیونکہ کثرت مراتب اعداد حقیقت میں سوائے تکرار واحد کے نہیں ہے۔ ۵

من ندانم کہ اندریں چہ شکست	کہ دو۔ دراصل خود دوبار یکیست

جہاں خلق وامر از یک نفس شد
کہ ہم آندم کہ آمد باز پس شد

عالم خلق وہ عالم ہے کہ موجود ساتھ مادہ ومدت کے ہووے مثل افلاک وعناصر ومو الید کے۔ اسکو عالم خلق و ملک وشہادت کہتے ہیں۔ اور عالم امر وہ عالم ہے جو بے مادہ ومدت ہووے مثل ملائکہ وارواح کے اور اوس کو عالم امر وملکوت وغیب کہتے ہیں۔ اور یہ دونوں عالم ایک نفس رحمانی سے کہ مراد تجلی حق سے ہے مجالی کثرت میں ظہور پایا ہے۔

قولہ۔ کہ ہم آندم الخ۔ یعنے وہی نفس رحمانی کہ افاضۂ وجود عام موجودات ممکنہ پر ساتھ سیر نزولی کے فرمایا۔ یہانتک کہ نہایت مرتبۂ تنزلات میں کہ مرتبۂ انسانی ہے۔ پہونچا پھر وہی نفس ساتھ سیر رجوعی کے کہ سیر اول کے برعکس ہے پلٹا یعنے قیود کثرت کو چھوڑ کے نقطۂ آخر اول کو پہونچا۔ اگرچہ مراتب تجلیات ظہوری حضرت الٰہی بطور صورت دایرہ ہے مقام احدیت سے مرتبۂ انسانی تک قوس نزولی۔ اور مرتبۂ انسانی سے مرتبۂ مقام احدیت ذات تک قوس عروجی سے مراد ہے لیکن جب سالک مقام کشف وشہود کو پہونچتا ہے دیکھتا ہے کہ ایک ذات و ایک حقیقت ہر لحظہ ایک طور اور ایک شان سے ظاہر ہوتی ہے۔

ولے اینجا یگہ آمد شدن نیست
شدن چون بنگری جز آمدن نیست

سعینہ ثابت

یعنے ثابت ہوا کہ سوا سے وجود واحد مطلق حقیقی کے دوسرا کوئی وجود نہیں ہے اور وجود اشیار سے مراد تجلی حق بصورت اشیا ہے۔ جسطرح کثرت مراتب امور اعدادی اعتباری ہیں۔ اس کا آمد و شد بھی ایک امر ہے کہ سالک کو مراتب موجودات کی نسبت ساتھ ایک دوسرے کے لحاظ کرتے ہوتا ہے کہ فی الواقع آمد و شد نہیں ہے بلکہ بجد تجدد فیض رحمانی سے تعینات اکوانی کو نمود ہے۔ اور اگر آمد و شد حقیقی ہوتی تو چاہئے تھا کہ سیر نزولی میں جب ایکمرتبہ سے دوسرے مرتبہ کی طرف تنزل کرتا تو مرتبۂ اول بکلی منعدم ہوجاتا۔ اور سیر عروجی میں جو مرتبہ انسانی سے مقام اطلاق تک تمام موجودات منعدم ہوجاتے۔ کیونکہ قیود کثرت سے معرا ہوگیا تھا۔ اور حال یہ ہے کہ اشیا وہی نمود ہستی کہ رکھتے تھے اوسیطرح رکھتے ہیں۔ ۵ از وجہ تعین ہمہ غیر اند نہ عین

وز وجہ حقیقت ہمہ عین اند نہ غیر ۶

اس سے معلوم ہوا کہ آمد و شد تجدد تجلیات رحمانی سے مراد ہے۔ خلاصہ یہ کہ جلا ظہور ذاتی لِذَاتِہٖ فِی ذَاتِہٖ ہے۔ اور استجلا ظہور ذاتی لِذَاتِہٖ فِی تَعَیُّنَاتِہٖ ہے۔ لازم ذات احدی ہے۔ اسی لئے فیض تجلی روحانی علی الدوام موجودات پر فائض ہے۔ اور اشیا آناً فاناً مقتضاے امکانیہ ذاتی

۵ مسئلہ تجدد امثال ۱۲

۶ جلا یعنی اپنی ذات کا اپنی ذات کیلئے اپنی ذات میں ظہور۔ استجلا یعنی اپنی ذات کا اپنے تعینات میں ظہور اپنی ذات کیلئے ۱۲

سے نیست ہوتے ہیں۔ اور فیض تجلی حق سے ہست ہوتے ہیں
اور سرعت تجدد فیض رحمانی اسطرح سے ہے کہ ادراک آنے اور
جانے کا نہیں ہوسکتا ہے۔ بلکہ اس کا آنا عین جانا ہے اور
جانا عین آنا ہے۔ اور فی الحقیقت آمد و شد اعتبار معتبر ہے۔
نہ امر محقق الوقوع۔ **مثنوی**۔

صورت از بے صورتے آمد برون	باز شد کانَ اِلَیہِ رَاجِعُوْن
پس ترا ہر لحظہ مرگ رجعتست	مصطفےٰ فرمود دنیا ساعتست
ہر نفس نو می شود دنیا و ما	بے خبر از نوشدن اندر بقا
انچہ تیزی مستمر شکل آمدست	چو شرر کش تیز جنبانی بدست
شاخ آتش را بجنبانی بساز	در نظر آتش نماید بس دراز

اور شہود و عرفان میں ایک شہود سے زیادہ نہیں ہے کہ
کبھی صور مظاہر میں ظہور فرما کر خود کو صورت تفصیل میں مشاہدہ
کرتا ہے۔ اور کبھی غیرت سے پردۂ غیریت موہوم کو اوٹھاتا ہے
اور نمود بے بود عالم نہیں چھوڑتا ہے اسی لئے فرمایا۔

باصل خویش راجع گشت اشیا[12]
ہمہ یک چیز شد پنہاں و پیدا

اشیا کثرت عالم سے مراد ہے کہ حقیقت میں عدم ہے۔ اصل
تمام اشیا حق تعالےٰ ہے۔ کیونکہ اصل ہر شے کی حقیقت میں

اوسی کی ہستی ہے اور عالم کہ نیست ہے حق کی ہستی سی ہست ہے اور رجوع سب کا اوسی کے طرف ہے۔ بلکہ حقیقت میں خود تمام وہی ہے پنہاں سے مراد عالم غیب و امر ہے اور پیدا سے مقصود عالم خلق و شہادت ہے یعنے یہ دونوں عالم کو نمود دوئی رکھتے ہیں ایک چیز ہوے یعنے جو غیریت کہ تھی تجلی احدیت میں کہ موجب دفع اثنینیت وہمی ہے محو مثلاشی ہو وے۔ اور وحدت صرف ظاہر ہوئی جس سے ثابت ہوا کہ تمام ایک ہی چیز تھی اور کوئی غیر درمیان میں نہ تھا۔

تعالی اللہ قدیمی کو بہ یکدم
کند آغاز و انجام دو عالم

یکدم سے مراد نفس رحمانی ہے۔ یعنے تجلی رحمانی ممکنات عالم کو پردۂ عدم سے صحرائے وجود میں لاتی ہے۔ اور اوسی دم ان کا انجام بھی کر دیتی ہے۔

جہانِ خلق و امر اینجا یکے شد
یکے بسیار و بسیار اندکے شد

کثرت جو غیب و شہادت میں ہے وہ مقام وحدت الوجود میں ایک ہے۔ کیونکہ غیر وجود عدم ہے۔ اور موافق مراتب تجلیات کے صورت کثرت ہے۔ اور ہر مظہر میں ایک ظہور خاص

ہے اور صرف وہم سے لوگوں کو دوئی کا دھوکا ہوا جسطرح فرمایا۔

همه از اوهام تست این صورت غیر[15]

که نقطه دایره است از سرعت سیر

یعنے نمود غیریت اشیا قوت واہمہ کے مقتضا سے ہے جو مدرک جزئیات ہے۔ اور جو کلیات وحقایق امور سے مطلع نہیں ہے وگرنہ ایک حقیقت سے زیادہ نہیں ہے جو کثرت میں صورتہائے مختلفہ سے تجلی کی ہے۔ اور یہ حواس کی غلطی ہے جسطرح نقطہ آتش کو جلدی سے پھرائیں تو دایرہ کی صورت میں نظر آتا ہے۔ اور حقیقت میں یہاں ایک نقطہ کے سوا دوسری کوئی شئے نہیں ہے اسیطرح نقطۂ وحدت ہے بسبب سرعت تجدد تجلیات غیر متناہیہ کے صورت میں دائرہ موجودات کے ظاہر ہوا ہے ۵

این نقطه زگردشیکه دارد	برصورت دایره برآید
بگذر زخیال ووہم بنگر	تا دایره نقطۂ نماید

یکے خط ست ز اول تا با آخر[16]

برو خلق جہاں گشته مسافر

یعنے اول مراتب موجودات کہ عقل اول ہے۔ تا آخر تنزلات کہ مرتبۂ انسانی ہے مرتبۂ الٰہی تک جو نقطہ آخرین دائرہ ہے اول سے

متصل ہو کر ایک خط مستدیر موہوم ہے کہ تجدد تعینات سے نقطۂ وحدت نظر آتا ہے۔ اس پر خلق جہان مسافرانہ گذر رہی ہے کہ بطون سے ظہور میں آتی۔ اور ظہور سے بطون میں جاتی ہے کَمَا بَدَاَکُمْ تَعُوْدُوْنَ۔ لیکن اس راہ کا طے کرنا بغیر راہبر کے ممکن نہیں ہے۔ اس لئے فرمایا۔

جس طرح پیدا کیا اول ویسے ہی [illegible]

درین رہ انبیا چوں ساربانند

دلیل و رہ نمائے کاروانند

یعنے انبیا علیہم السلام ہادی خلق ہیں۔ اور ہدایت حقیقی کہ رجوع مبدا کی جانب ہے اوس جماعت کو میسر ہوتی ہے جس نے کہ شتر نفس کو تیغ مخالفت ہوا اور موت اختیاری سے ذبح کیا ہو۔ اور انبیا علیہم السلام کی بعثت و اسطے اتصال نفوس کے منزل اصل تک ہے لیکن ہر شخص بقدر استعداد نظری کے قبول فیض ہدایت کرتا ہے۔ عطار ؒ

سپہر ہر کس تا کمال او بود	قرب ہر کس حسب حال او بود

بعضے متحقق ساتھ اکثر صفات الٰہی کے۔ اور بعضے ساتھ کمتر کے ہیں اور پھر اس اقل و اکثر میں بھی مراتب ہیں۔ اور وہ فرد کامل کہ بحسب حقیقت و معنی مظہر ذات و مجموع اسمار صفات الٰہی ہے وہ خاتم الانبیا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

اگرچہ دوسرے انبیا و اولیا بھی مظہر اسم ذات اللہ ہیں۔ لیکن ہر ایک مظہر اس اسم کا ساتھ بعضے صفات کے ہے۔ پس پیدائش محمدی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بحسب حقیقت و معنی جمیع انبیا سے سابق ہے۔ اس لئے فرمایا کہ کُنْتُ نَبِیًّا وَّآدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ۔ اور بحیثیت صورت متاخر کیونکہ علت غائی اول الفکر و آخر العمل ہے۔ اسلئے فرمایا۔ نَحْنُ الْآخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ۔ ؎ وَاِنِّیْ وَاِنْ کُنْتُ ابْنَ اٰدَمَ صُوْرَۃً ؂ فَلِیْ فِیْہِ مَعْنًی شَاھِدٌ بِاُبُوَّتِیْ ؎

آنزماں کز آدم و حوا نشان پیدا نبود	از مقام بے نشانی با نشان من بودہ ام
پیش ازاں کاسرار غیب آید بصحرا شہود	برزخ غیب و شہادت درمیان من بودہ ام
گرچہ در صورۃ نمودار جہان من گشتہ ام	چون بمعنی بنگری ہر دو جہان من بودہ ام

چنانچہ فرمایا۔

دز ایشاں سید ما گشتہ سالار[۱۸]

ہمو اول ہمو آخر دریں کار

یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو نبوت اسوقت سرفراز ہوئی تھی کہ آدم علیہ السلام پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔ جسطرح حدیث میں آیا ہے اور جتنے انبیا کہ آدم سے آپ تک ہوئے۔ سب مظاہر آپ ہی کے بعض بعض کمالات کے ہیں۔ پس اول حقیقت میں اور آخر صورت میں آنحضرت ہی ہیں صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

ابھی آدم پانی اور مٹی میں تھے میں نبی تھا۔۱۲
ہم موخر مقدم ہیں۔۱۲
اگرچہ میں ظاہر آدم کا بیٹا ہوں لیکن مجھ میں ایسی بات ہے جو کہ گواہی دیتی ہے کہ میں ان کا باپ بھی ہوں۔۱۲

کیونکہ حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صوفیہ کے اصطلاح میں ذات احدیت سے مراد ہے باعتبار تعین اول اور مظہر اسم جامع اللہ کے ہیں۔ کیونکہ اللہ اسم ذات باعتبار جمیع اسمار وصفات کے ہے۔ اور مجموعہ اسما وصفات تحت اسم اللہ مندرج ہیں۔ کیونکہ ہر ایک اسم اسما سے مراد۔ ذات مسمیٰ سے باعتبار ایک صفت کے ہے۔ جسطرح علیم باعتبار علم کے۔ اور قدیر باعتبار قدرت کے۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔ پس جسطرح کہ اسم ذات حقیقت و مرتبہ میں مقدم ہے جمیع اسمار سے۔ اسیطرح انسان کامل بھی کہ مظہر اسم کلی اللہ ہے چاہئے کہ ذات و مرتبہ میں تمام مظاہر پر مقدم ہووے بلحاظ اتحاد مظہر وظاہر کے۔ پس جمیع مراتب موجودات کہ مظاہر اسمار آلہیہ ہیں مظہر انسان کامل کے ہونگے۔ اور حقیقت انسان جمیع اشیا پر مشتمل ہوگی۔ جسطرح اِشْتِمَالُ الْکُلِّ عَلَی الْاَجْزَاءِ۔ اسیلئے فرمایا۔

[19] احد در میم احمد گشت ظاہر

دریں دور اول آمد عین آخر

احد باعتبار انتفاء تعداد اسمار وصفات ونسبت وتعینات کے اسم ذات ہے۔ میم احمد میں کہ تعین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے ظاہر ہوا۔ کیونکہ مظہر حقیقی احد حقیقت احمد ہے۔ اور باقی

مراتب موجودات مظہر حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اسی سبب سے عرفانے فرمایا کہ جسطرح حق تعالیٰ کو جمیع موجودات میں سریان ہے ۔ انسان کامل کو بھی جمیع مراتب موجودات میں سریان چاہئے ۔ کیونکہ کامل وہی ہے کہ اپنی خودی سے فنا ہو کر بقاء حق سے باقی ہو جائے ۔ ۵

نیست کامل در جہاں آنکس کہ دریا عین اوست ۔ عین دریا ہر کہ شد میداں کہ مرد کامل است
ما ہمہ دریا و دریا عین ما بودہ ولے ۔ ماہئ ما در میان ما و دریا حایل است
چشم دریا بیں کسے دارد کہ غرق بحر شد ۔ ورنہ نقش موج بیند ہر کہ او بر ساحل است

اور میم احمد صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ ہے ساتھ دائرہ موجودات کے ۔ کہ مظہر حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے ۔

ز احمد تا احد یک میم فرق است
جہانے اندراں یک میم غرق است

حرف میم جو عدد میں چالیس ہے مراتب موجودات بھی بلحاظ کلیت کے چالیس ہے ۔ اور مجموع اس چالیس مرتبوں کا مجملا اور مظہر حقیقت محمدی کا ہے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔ از روئے حقیقت ظاہر اور متجلی سب میں ہیں اور میم احمد اس لئے فرمایا کہ جمیع مراتب کونیہ حقیقت محمدی ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صورت تمام کی آنحضرت کے معنی ہیں کہ ظہور پائے ہیں

اے مظہر حسن لایزالی	مرآت جمال ذوالجلالی
انوار تجلی قدم را	رخسار تو احسن المجالی

ع درین دور اول آمد عین آخر

یعنے اس دائرہ موجودات میں کہ سب سے اول عقل کل ہے عین آخر کہ انسان ہوئی ہے یعنی حقیقت عقل بصورت انسان کامل پوری طور پر ظاہر ہوئی اور مظہر و ظاہر ایک ہوئے۔ اور نقطہ آخر اول سے متصل ہوا۔ اور پورا کمال پیدائش انسان کامل سے ظہور پایا۔

۲۱

بدو ختم آمدہ پایاں ایں راہ
برو منزل شدہ ادعوا الی اللہ

راہ دعوت انبیا کی آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے وجود مبارک سے ختم کیگئی۔ یہاں تک کہ ناسخ سب ادیان کی ہوئی۔ اور جبکہ نشائت محمدی صلی اللہ علیہ والہ وسلم مظہر اسم جامع اللہ کی ہے۔ اور معاد ہر شخص کا اپنے مبدا اور اصل کے طرف ہوتا ہے۔ اسی لئے آپکی دعوت تمام انبیا کے دعوت کو شامل ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم تمام خلائق کو اسم جامع اللہ کے طرف جس کے آپ مظہر ہیں بلاتے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم بحسب جامعیت تماموں کے مبدا

ومعاد سے پورے طور پر واقف ہیں۔ ٥

ایکه اندر حجاب ماندستی	آئینۂ نور را نخو اندستی
درخودی کرده خدارا گم	اٰینَ انتُم فانّه معکم
چند گردی بگرد ہر سرکوی	دردخود را دوا ہم از خود جوی
سخن آنکه مرد آگاه است	لیس فی جبتی سوی اللّٰہ است

مقام دلکشایش جمع جمعست

۲۲ جمال جاں فزایش شمع جمعست

جو چیز کہ محض موہبت سے سالک کے دل پر حضرت حق کے جانب سے وارد ہوتی ہے۔ اور پھر بغیر ارادے سالک کے بسبب ظہور صفات نفس کے زایل ہوجاتی ہے اوسکو حال کہتے ہیں۔ اورجب حال دایمی ہوکر ملکہ سالک کا ہوگیا تو اس حالت کو مقام کہتے ہیں بسبب قیام سالک کے اس میں اور چونکہ حال ومقام خواص ارباب قلوب سے ہے۔ فرمایا کہ مقام دلکشایش الخ۔ جمع اصطلاح میں اس طایفہ کے مقابل فرق کے ہے۔ اور فرق احتجاب حق سے بسبب رویت خلق کے ہے۔ یعنے سب خلق کو ہی دیکھے۔ اور حق کو ہر طرح سے غیر جانے۔ اور جمع مشاہدۂ حق ہے بغیر رویت خلق کے اور یہ مرتبہ فناء سالک ہے۔ کیونکہ جب تک ہستئ سالک باقی ہے شہود حق بے رویت خلق کے نہیں ہے۔ اور جمع الجمع شہود خلق قایم بحق ہے یعنے حق کو جمیع موجودات ومخلوقات میں مشاہدہ کرے کہ

ہر جاے ایک علٰحدہ صفت سے ظاہر ہوا ہے۔ اور یہ مقام بقا باللہ ہے۔ اور اس مقام کو فرق بعد الجمع فرق ثانی وصحو بعد المحو کہتے ہیں کیونکہ وحدت صرف سے کہ جمع ومحو ہے مقام فرق ومحو میں نزول کیا ہے۔ اور کامل کے لئے اس سے اعلےٰ کوئی مقام نہیں ہے۔ اس لئے ہر شئے کو جیسے کہ ہے دیکھتا اور جانتا ہے اور یہ مقام والا وحدت کو کثرت میں کثرت کو وحدت میں مشاہدہ کرتا ہے اور ایسے کامل کے پاس وحدت آئینہ کثرت ہے۔ اور کثرت آئینہ وحدت۔ مثنوی۔

فرق چہ بود عین غیرا نگاشتن	جمع غیرش را عدم پنداشتن
صاحب تعطیل اہل فرق دان	کو ندید از حق دریں عالم نشان
ہر کہ گوید نیست کلی ہیچ غیر	در یقین اوست مسجد عین دیر
صاحب جمع است پیشش نیست فرق	جان او در بحر وحدت گشت غرق
جمع جمع است آنکہ حق بیند عیاں	در مراے یا ہمہ فاش ونہاں
صاحب ایں مرتبہ کامل بود	زانکہ ایں آں ہر دو را شامل بود

ع۔ جمال جاں فزا ایش شمع جمع است ۞ یعنے جامعیت کمالات جمیع صفات واسماذات آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کیلئے ہے۔ جمال جاں فزا اسی سے مراد ہے۔ شمع جمع است یعنے روشن کرنیوالے مجلسوں قلوب وارواح تمام کاملوں کے ہیں اس لئے کہ بواطن کاملوں کے بواسطۂ نور ہدایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منور ہوے ہیں اور لحظہ بہ لحظہ ترقی پذیر ہیں اور محافل ومجامع جمیع مراتب

کونیہ کے ساتھ شمع جمال وجود مبارک کے تاباں وہویدا ہیں۔ ۵

تاباں چو گشت مہر جمال محمدی	ذرات کون یافت حیات مقیدی
نقاش صنع نقش جہانرا چومی نگاشت	بودش مراد صورت زیبای احمدی

شدہ او پیش و دلہا جملہ درپے
۲۳
گرفتہ دست جانہا دامن وے

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کمال نبوت و ولایت میں سب سے اکمل واقدم ہیں۔ اور بالکلیہ متوجہ عالم ذات بحت ہیں اور دل انبیاو اولیاکے سب آپ کے تابع ہیں۔

دریں رہ اولیا بازاز پس پیش
۲۴
نشانے میدہند از منزل خویش

یعنی اولیا بھی جو قدم انبیا پر ہیں اپنے حسب مراتب اوس حال و مقام سے سیر وسلوک اون کا بطور مکاشفہ کے ہوا ہے۔ اوس منزل سے خبر دیتے ہیں۔

بحد خویشتن گشتند واقف
۲۵
سخن گفتند از معروف و عارف

یعنی جب تقید ہستی موہوم سے خلاصی پائے اور ساتھ اطلاق کے جو نہایت کمال اپنا ہے پہونچے۔ معرفت حقیقی حاصل کرکے عارف و معروف کا بیان کرنے لگے۔ عارف اوس سالک سے مراد ہے کہ جس نے مقام تقید سے مقام اطلاق کی سیر کی ہو۔ اور معروف حق

مطلق ہے جو سب کا مبدأ و معاد ہے۔

۲۶
یکے از بحر وحدت گفت انا الحق
یکے از قرب و بُعدِ سیر زورق

اولیا اللہ کے اقسام ہیں۔ بعض ارباب سکر ہیں کہ جب اسرار الٰہی اون کے پاک دل پر ظاہر ہوتے ہیں تو اوسے مستی سکر میں افشا کر دیتے ہیں۔ اسی طرف اشارہ ہے کہ یکے از بحر وحدت گفت انا الحق۔ یعنے جب سالکان راہ الٰہی بطریق تصفیہ کے مراتب کثرت سے ساتھ سیر رجوعی کے درگذرے۔ اور ساتھ تجلی احدیت کے بحر وحدت میں فانی و مستغرق ہوے۔ اور خود کو (کہ قطرہ دریاے حقیقت سے تھے) عین دریا پاے۔ ایک کہ صاحب سکر ہے مستی میں اوس حال کے اگر کہے کہ میں عین دریا ہوں۔ بیخودی سے اس کے تعجب نہیں ہے۔ اور یہی مرتبۂ حقیقت ہے۔ ایک دوسرا شخص کہ سکر اوس کا باوجود اوسی حال کے تھا۔ لیکن نہ پہلے مرتبہ میں اور حال اوس کا بسبب قوت حوصلہ کے برزخ درمیان سکر و صحو کے واقع تھا من عند اللہ مامور ہوا ارشاد غیر کے لئے تو چاہتا ہے کہ فی الجملہ اپنے استغراق کے حال سے خبر دیوے۔ تا طالبان راہ حقیقت کے شوق کا باعث ہووے۔ اور لذات نفسانی اور مشتہات سے کہ حقایق امور کی اطلاع سے مانع ہیں۔ روگردان ہوکر رخ مبدأ اصلی کے طرف کرے۔ تو ضرور ہوا بیان مراتب قُرب و بُعد اور سیر سفینہ تعین سالک جو بحر توحید عیانی میں ہوتی ہے کہ تا طریقہ

سالکان راہ طریقت کا معلوم ہووے کہ کس کیفیت سے ہے۔ اور طریقت مراد اسی روش سے ہے جاننا چاہئے کہ قرب عبارت ہے سیر قطرہ بجانب دریا سے جسطرح کہ آگے بیان ہوا۔ وصول ساتھ مقصد حقیقی کے اور اتصاف ساتھ صفات الٰہی کے۔ اور بعد عبارت ہے تقید سے ساتھ صفات بشری اور لذات نفسانی کے کہ مبدأ حقیقی سے بُعد کے موجب ہیں۔ اور سیر زورق سے مراد ہے عبور کرنا نشأ انسانی کا منازل امواج کثرت سے اور پہونچنا مقام وحدت کو اور مراد زورق سے کشتیٔ تعین انسانی ہے۔ اور جو کامل کہ مقام ارشاد میں ہووے چاہئے کہ انبیا علیہم السلام کی اقتدا کرے۔ اور ظاہر و باطن میں اُنھیں کی پیروی پر رہے۔ خلایق کو اون اعمال و صفات و اخلاق سے جو کہ سبب پھنسے رہنے کا اونکے عالم سفلی میں ہو روکے۔ اور ایسے اقوال و اطوار سکھلاوے کہ جس سے وصول اونکا ساتھ عالم علوی کے اور تقرب ساتھ مبدأ کے ہووے۔

یکے را علم ظاہر بود حاصل
۲۷ نشانے داد از خشکی بساحل

یعنے اقسام اولیا سے ایک جماعت ہے کہ بمقتضاے اسم الظَّاہِرُ احکام شریعت ان پر غالب ہیں۔ اور یقین جانتے ہیں کہ جب تک ان تمام احکام کی پابندی نہ کی جاے سالک کو وصول ساتھ حالات و مقامات کے میسر نہ ہوگا۔ اور البتہ بغیر شریعت کے کہ جاننا احکام الٰہی کا

ہے اور بغیر طریقت کے کہ احکام الٰہی پر عمل کرنا ہے اور حقیقت کہ نتیجہ دونوں مقدموں کا ہے ہرگز حاصل نہیں ہوتی ہے۔ احوال معنوی کہ جو اون پر ظاہر ہوے مخفی رکھتے ہیں۔ اور بغیر اشارۂ الٰہی کے کسی پر ہرگز ظاہر نہیں فرماتے ہیں۔ اس لئے کہ احوال کا چھپانا اس طایفہ کے پاس اسلم طریقہ ہے۔ جو رعونت و ریا اور دعوی سے دور ہے۔ علم ظاہر سے مراد علم شریعت ہے کہ انھیں باوجود کمال معنوی کے حاصل تھا بسبب مقتضاے علم نہ بسبب مقتضاے حال نشان دیا خشکی سے طرف ساحل کے جو شریعت ہے کیونکہ سلامتی خشکی میں ساحل کے ہے چونکہ سمجھنا اسرار حقیقت کا نہایت دشوار ہے۔ اور وہ بغیر مخالفت نفس و ہوا کے اور نیز بغیر تصفیہ و تجلیہ و سلوک راہ کے جو حسب ارشاد شیخ کامل راہ دان و راہ بین کے ہو حاصل نہیں ہوتی ہے۔ اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کبھی اگر کوئی عارف صاحب مکاشفہ و مشاہدہ بعض اسرار و حقایق امور کو افشا کرتا ہے تو ظاہر بین زبان طعن و انکار اوس پر دراز کرتے ہیں۔ اس لئے فرمایا۔

۲۸ یکے گوہر برآورد و ہدف شد
یکے بگذاشت آن نزد صدف شد

یعنے ایک جماعت نے جو غواصان بحر حقیقت ہیں گوہر اسرار و معنی کو احکام ظاہری کے صدف سے نکالے۔ اور اون اسرار کو افشا کیا اس سبب سے ہدف یعنے نشانۂ تیر طعن و ملامت خلایق ہوے۔ اور

مخلوق نے نادانی سے اون کاملوں کو ساتھ زندقہ و الحاد کے منسوب کیا۔ اور بعضوں کو قتل کا فتویٰ دیا گیا۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ۵

ورب جوهر علم لو ابوح به	لقيل لي انت ممن يعبد الوثنا
ولاستحل رجال مسلمون دمي	يرون اقبح ما ياتونه حسنا

اور دوسری جماعت اولیا نے اون گوہر اسرار کو انھیں صدف میں مخفی رکھا اور جو کچھ فرمایا شرح صدف شریعت و طریقت کی بیان کی کیونکہ اوس کا فائدہ بہت ہے۔

۲۹
یکے در جزو کل گفت ایں سخن باز
یکے کرد از قدیم و محدث آغاز

یعنے حقیقت سے آگاہ ہو جانے کے بعد اولیاء اللہ نے حال ہر ایک ان مراتب اطلاق و تقیدات و ظہورات و شیونات الٰہی کا اشارات و کنایات میں بیان فرمایا۔ اور جب ہر ایک موجود۔ موجودات سے صورت اسم خاص وجود واحد مطلق کی ہے۔ پس البتہ نسبت موجودات کی ساتھ وجود واحد کے اسطرح ہے جسطرح نسبت اجزاے مقیدہ کی ساتھ کل مطلق کے ہو۔ پس اسی لئے اولیا کی ایک جماعت کثرت و تعینات کو ساتھ جزو کے اور واحد مطلق کو ساتھ کل کے تعبیر کرتی ہے کیونکہ اس صورت میں مطلق کا مقیدات کو شامل ہونا مثل اشتمال کل اجزا پر ہے۔ اور دوسری جماعت موجودات ممکنہ کو باعتبار تعین

تشخص کے محدث۔ اور واحد مطلق کو کہ اشیاے موجودہ اس کے مظاہر ومجالی ہیں قدیم کہتی ہے۔ غرض تمام اولیا کی یہ ہے کہ بیان مراتب اطلاق وتقید اور کیفیت وصول مقید ساتھ مطلق کے۔ اور سیر قطرہ وجزو محدث بجانب بحر وکل وقدیم کے ہووے۔ ہر ایک نے بحسب اقتضاے احکام اوس اسم کے کہ رب ومدبّر اوس کا ہے اپنی مکاشفات وحالات سے مناسب اون احکام کے تعبیر فرمائی ہے۔ اور سب بیان واقع ہے۔ اور اگر کوئی قصور اشارات وتعبیرات میں نظر آتا ہے تو وہ بسبب عبارت کی تنگی کے ہے۔ ورنہ مقصد سب کا ایک ہے۔ ہ

ہر چہ گوید مرد عاشق بوی عشق	از دہانش می جہد در کوی عشق
گر بگوید فقہ فقر آید ہمہ	بوے فقر آید ازاں خوش دمدمہ
ور بگوید کفر دارد بوے دیں	ور بشکگ گوید شکش گردد یقین
ور بگوید کج نماید راستی	اے کجی کہ راست را آراستی

۳۰ یکے از زلف وخال وخط بیاں کرد
شراب وشمع وشاہد را عیاں کرد

کثرت کو زلف وخط سے اس لئے تشبیہ دیتے ہیں کہ وہ حاجب روے وحدت ہیں اور نقطہ وحدت کو خال سے نسبت دیتے ہیں تا کو تاہ نظروں سے مخفی رہے اور عشق وذوق وسکر کو شراب سے۔ اور پرتو انوار الہی کو کہ دل سالک میں ظہور کرتے ہیں ساتھ شمع کے۔

اور تجلی جمال ذات مطلق کو لباس شاہد میں ظاہر کرتے ہیں۔

۳۱
یکے از ہستی خود گفت و پندار
یکے مستغرق بت گشت و زنار

کاملان راہ حقیقت فرماتے ہیں کہ منزل مراد کو پہونچنا بغیر نفی و اثبات کے وسیلہ کے میسر ہی نہیں ہوتا ہے۔ اسی لئے مرشدان کامل پہلے سالک کو لا الہ الا اللہ کا ذکر تبلاتے ہیں۔ تا ساتھ کلمہ لا کے جمیع اغیار کو جو یک گونہ وجود موہوم رکھتے ہیں نفی کرے۔ اور ساتھ کلمہ الا اللہ کے وحدت حقیقی کو ثابت کریں۔ کیونکہ جبتک کہ پوری طور سے کثرت مرتفع نہ ہوگی۔ وحدت کی جلوہ گری نہوگی۔ اور سالک کو کوئی مانع مثل اپنے ہستی و پندار کے نہیں ہے۔

سہل شیرے داں کہ صفہا بشکند		شیر آں باشد کہ خود را بشکند
گر بروں آئی ز پندار وجود		بر تو گردد دور پرکار وجود

اور بعض دوسرے با وجود استغراق توحید کے کہ بت سے اشارہ اوسی کے طرف ہے زنار خدمت کی کمر جان پر باندھتے ہیں۔ اور ایک لحظہ ریاضت سلوک سے آرام نہیں پاتے ہیں۔

۳۲
سخن ہا چوں بوفق منزل افتاد
در افہام خلایق مشکل افتاد

سبب آنحالت نظم ابیات

یعنے تجلی الٰہی موافق اختلاف استعداد قوابل مختلف واقع ہوئی ہے تو ضرور ہوا کہ ہر سالک ایک دوسری راہ چلے اور ہر عارف ایک

دوسرے مقام کا نشان دیوے۔ اسی لئے افہام خلایق پر مشکل نظر آئی۔ چاہئے کہ اونکی اصطلاح جانیں۔ اسی لئے فرمایا۔

۳۳ کسے را کاندریں معنی ست حیراں
ضرورت میشود دانستن آں

ہر چند علوم و معارف اس طایفہ کے وجدانیات و ذوقیات ہیں اور صرف اون کے اصطلاحات جان لینے سے حالات و مقامات سے اس جماعت کے مطلع نہیں ہوتا ہے لیکن لفظ سے معنی مستفاد ہوتے ہیں تو کبھی ہوتا ہے کہ اس عبارات و اشارات کا جاننا قابل کو اون حالات کی حاصل کرنیکا باعث ہوتا ہے۔ اور کمالات اولیا سے بہرہ یاب ہوتا ہے۔ اور اپنی خلقت کی مقصود و غایۃ کو حاصل کرے

سبب آغاز نظم شعر

حرف درویشاں بسے آموختند	منبر و محفل بداں افروختند
یا بجز آں حرف شاں روزی نبود	یا در آخر رحمت آمد رہ نمود

سوال اول و ترکیب جواب آں

۳۴ گذشتہ ہفت و دہ با ہفت صد سال
ز ہجرت ناگہاں در ماہ شوال

۳۵ رسولے با ہزاراں لطف و احساں
رسید از خدمت اہل خراساں

۳۶ بزرگے کاندر آنجا بود مشہور
باقسام ہنر چوں چشمۂ نور

۳۷ ہمہ اہل خراساں از کہ و مہ

درین عصر از همه گفتند او به

۳۸ نوشته نامه در باب معنیٰ
فرستاده بر ارباب معنیٰ

۳۹ در آنجا مشکلے چند از عبارت
ز مشکل هاے ارباب اشارت

۴۰ به نظم آورده و پرسیده یکیک
جهانے معنی اندر لفظ اندک

بیان بزرگی آں بزرگ می فرماید

نیز بیان نہایت فضل و کمال آں بزرگ است

یعنے ماہ شوال ۷۱۷ھ ہجری میں ایک قاصد اہل خراسان کے پاس سے آیا۔ اور اوسکو بھجوانے والے ایک وہاں کے مشہور بزرگ تھے۔ جو اقسام ہنر سے مثل چشمۂ نور یعنے آفتاب عالمتاب تھے۔ لوگ کہتے ہیں کہ اوس قطب کا نام امیر سید حسینی تھا۔ جو مرید و خلیفہ حضرت شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانیؒ کے تھے۔ اور وہ خلیفہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے تھے۔ ان کے تصنیفات سے نزہت الارواح۔ اور زاد المسافرین۔ اور کنز الرموز۔ اور ضرب المجالس۔ اور ہستی نامہ۔ یہ طریقت اور معارف میں مقبول خاص و عام ہیں۔ اسی لئے سب اہل خراسان کہتے تھے کہ اس زمانہ میں وہ سب سے بہتر ہیں۔ اوس بزرگ نے معارف میں منظوم نامہ لکھکر اہل معنی کے پاس روانہ فرمایا تھا۔ لیکن اوس سے امتحان مقصود نہ تھا۔ بلکہ جبکہ عارف کامل جواب دے تو طالبوں کے شکوک و شبہات دفع ہو جائیں غرض اس میں چند مشکل مسئلے تھے جسکو انھوں نے تھوڑے لفظوں میں نظم کیا تھا

معنی

معنی اس میں بہت تھے ۔

۴۱ رسول آں نامہ را برخواند ناگاہ
فتاد احوال او حالے در افواہ

۴۲ دراں مجلس عزیزاں جملہ حاضر
بریں درویش ہر یک گشتہ ناظر

۴۳ یکے کو بود مرد کار دیدہ
ز ما صد بار ایں معنی شنیدہ

۴۴ مرا گفتہ جوابے گوی در دم
کزاں جا نفع گیرند اہل عالم

۴۵ بدو گفتم چہ حاجت کیں مسایل
نوشتم بارہا اندر رسایل

۴۶ یکے گفتہ ولے بر وفق مسئول
ز تو منظوم میداریم مامول

۴۷ پس از الحاح ایشاں کردم آغاز
جواب نامہ در الفاظِ ایجاز

۴۸ بیک لحظہ میاں جمع بسیار
بہ گفتم ایں سخن بے فکر و تکرار

۴۹ کنوں از لطف و احسانے کہ دارند
ز ما ایں خردہ گیری در گذارند

۵۰ همه دانند کین کس در همه عمر
نکرده هیچ قصد گفتن شعر

۵۱ بر آن طبعم اگرچه بود قادر
ولے گفتن نبود الاّ بنادر

۵۲ ز نثر ارچه کتب بسیار می ساخت
به نظم و مثنوی هرگز نه پرداخت

۵۳ عروض و قافیه معنی نه سنجد
که هر ظرفی درو معنی نه گنجد

۵۴ معانی هرگز اندر حرف ناید
که بحر قلزم اندر ظرف ناید

۵۵ چو ما در حرف خود در تنگنائیم
چرا چیزے دگر بر وے فزائیم

۵۶ نه فخر است این سخن کز باب شکر است
به نزد اهل دل تمهید عذر است

۵۷ مرا از شاعری خود عار ناید
که در صد قرن چون عطار ناید

۵۸ اگرچه زین نمط صد گونه اسرار
بود یک شمه از دکان عطار

۵۹ ولے این بر سبیل اتفاق است

نہ چوں دیو از فرشتہ استراق است

یعنے جب قاصد نے اوس نامہ کو پڑھا تمام لوگوں میں اوسکا شہرہ ہوگیا اوس مجلس میں یعنے شہر تبریز میں جو عزیز کہ حاضر تھے سب کے سب اس فقیر کے طرف دیکھنے لگے۔ ایک شخص ان میں سے جو عارف تھے اور سوباران معانی کو اس فقیر سے سنا تھا مجھ سے فرمانے لگے کہ اسی وقت اسکا جواب دیجے تا اہل عالم اس سے نفع حاصل کریں کہتے ہیں کہ وہ بزرگ کا نام جنھوں نے جواب لکھنے کہا تھا شیخ امین الدین تھا میں نے کہا ان مسایل کو لکھنے کی کیا ضرورت ہے میں تو بارہا رسایل میں لکھ چکا ہوں انھوں نے کہا ہاں لیکن مطابق سوال کے جواب منظوم تحریر کیجے۔ پس جب انھوں نے الحاح کیا تو میں نے نامہ کا جواب مختصر الفاظ میں لکھنا شروع کیا تھوڑی دیر میں اوسی مجلس میں جہاں کثرت خلق تھی ان سوالات کے جوابات کو منظوم کردیا۔ اب لطف واحسان سے یہ امید ہے کہ ہم پر کسی طرح کا عیب نہ لگائیں اور سب جانتے ہیں کہ اس شخص نے اپنی تمام عمر میں شعر نہیں کہا تھا اگرچہ میری طبیعت نظم کہنے پر قادر تھی لیکن بطور نادر کبھی کچھ کہا تھا۔ ہاں نثر میں میری بہت سی کتابیں ہیں۔ نظم مثنوی کبھی نہیں لکھا تھا عروض وقافیہ معنی کے سزاوار نہیں ہے کیونکہ ہر ظرف میں معنی نہیں سما سکتا ہے۔ اور معنی ہرگز حرف میں نہیں آسکتے جسطرح بحر قلزم ظرف میں نہیں سما سکتا جب ہمکو ان معنی کے ادا کرنیکے لئے نثر میں الفاظ نہیں مل سکتے تو پھر عروض

وقافیہ میں گرفتار ہونا کیا ضرور ہے ۔ ۵

قافیہ اندیشم و دلدار من	گویدم مندیش جز دیدار من

یہ جو کچھ میں نے کہا بطور فخر نہیں ہے بلکہ بطور شکر ہے ۔ اور اہل دل کے پاس تمہید عذر ہے تاکہ کوئی غلطی دیکھیں تو سمجھیں کہ اسقدر جلدی میں ایسی نظم لکھی گئی ہے اس لئے مجھے معاف کرینگے ۔ اور مجھے شاعری سے عار نہیں ہے ۔ کیونکہ حضرت شیخ فریدالدین عطار جیسے لوگ شاعر ہوے ہیں ۔ اگرچہ ایسے ہمارے صدہا قسم کے اسرار حضرت عطار کی دکان معرفت کی ادنےٰ چیز ہیں ۔ لیکن یہ اسرار بطور اتفاق اس مثنوی میں آئے ہیں ۔ لیکن جیسے شیاطین فرشتونکی باتیں چھپکر چوری سے سنکر اوڑالاتے ہیں اوسطرح مضمون غیر چرایا ہوا نہیں ۔

۶۰ علی الجملہ جواب نامہ دادم
بگفتم یک بیک نا بیش و نہ کم

۶۱ رسول آں نامہ را بستد باعزاز
وزاں راہے کہ آمد باز شد باز

۶۲ دگر بارہ عزیز کار فرمائے
مرا گفتہ براں چیزے بیفزائے

۶۳ ہماں معنی کہ گفتی در بیاں آر
زعین علم بر عین عیاں آر

۶۴ نمیدیدیم در اوقات آں مجالی

کہ پردازم بدو از ذوق خالی
۶۵ کہ وصف آں بگفت وگو محالست
کہ صاحب ذوق داند آں چہ حالست
۶۶ ولے بر وفق قول قایلِ دیں
نکردم رد سوالِ سایلِ دیں
۶۷ پے آں تا شود روشن ترا سرار
درآمد طوطی نطقم بگفتار
۶۸ بعون وفضل توفیق خداوند
بگفتم جملہ را در ساعتے چند
۶۹ دل از حضرت چو نام نامہ درخواست
جواب آمد بدل کاں گلشن ماست
۷۰ چو حضرت کرد نام نامہ گلشن
شود زو چشم دلہا جملہ روشن

غرض میں نے اوس نامہ کا مطابق سوالات کے یکیک کا جواب دیا قاصد وہ نامہ لیکر خراسان کے طرف یعنی جس راہ سے آیا تھا گیا پھر دوسرے وقت میں پھر اوسی عزیز نے فرمایا اُس پر کچہ زیادہ اور بڑھائے اور اس اجمال کی تفصیل کیجے۔ اور اوس علم الیقین کو عین الیقین تک پہونچا دیجے۔ لیکن میں نے دیکھا ذوق وحال کی باتیں گفتگو وقال میں نہیں آسکتیں۔ صاحب حال جانتا ہے کہ وہ کیا حال ہے

ولیکن حسب فرمان وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ کے میں نے اوس سایل کے سوال کو رد نہیں کیا۔ اور اون اسرار کو اوس سے زیادہ واضح طور پر بیان کیا۔ اور خداوند عالم کی توفیق و فضل سے وہ تمام چند ساعت میں ختم ہوگئے۔ پھر دل نے حضرت باری سے اوس نامہ کا نام طلب کیا دل میں القا ہوا کہ ہمارا گلشن ہے جب حضرت باری عز اسمہ نے اوس نامہ کا نام گلشن رکھا تو اوس سے سب کے دلوں کی آنکھ روشن ہو جائیگی۔ سوال

نخست از فکر خویشم در تحیر
چہ چیز است آنکہ گویندش تفکر

جاننا چاہئے کہ پہلی چیز بندۂ مکلف پر معرفت الٰہی واجب ہے اور دوسرے واجبات کا وجوب اسی اصل سے متفرع ہے۔ اگرچہ طرق معرفت بلحاظ جزویت غیر منحصر ہیں کیونکہ اَلطُّرُقُ اِلَی اللّٰہِ بِعَدَدِ اَنْفَاسِ الْخَلَائِقِ لیکن بلحاظ کلیت کے جسطرح گذرا معرفت دو قسم پر منحصر ہے استدلالی و کشفی۔ استدلالی مصنوع سے طرف صانع کے راہ یاب ہونا ہے۔ اور کشفی حجاب مصنوع کا جو جمال صانع پر ہے اوٹھانا ہے اور یہ دونوں طریق فکر کے ساتھ تعبیر کئے جاتے ہیں۔ کیونکہ ظاہر سے باطن اور صورت سے معنی کے طرف سیر کرنے کا نام فکر ہے اسی لئے پہلا سوال تفکر سے کیا کہ مجھے اس بات کی حیرانی ہے جسے تفکر کہتے ہیں وہ کیا چیز ہے۔ جواب۔

مرا گفتی بگو چہ بود تفکر

گزیں معنی بماندم در تحیر

۷۳ تفکر رفتن از باطل سوے حق

بجزو اندر بدیدن کل مطلق

یہاں باطل مقابلہ میں حق کے ہے۔ اور جسطرح حق حقیقی و اضافی ہوتا ہے۔ حق حقیقی وجود واحد مطلق ہے۔ اور مقابل میں وجود کے عدم ہے۔ پس اصل باطل حقیقی عدم ہوگا۔ اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہِ بَاطِلٌ اور حق اضافی وہ ہے کہ اوس کا نفع بعضوں کو ہے بعضوں کو نہیں۔ جیسا شہد جس کا مزاج بارد ہووے اوسکو نافع و حق ہے اور مزاج محروری و صفراوی کو مضر و باطل ہے۔ اسی قیاس سے حق اضافی و باطل اضافی۔ یہ دونوں قسمیں حق حقیقی کے ہیں۔ کیونکہ وجود کے تحت میں داخل ہیں۔ تو اب باطل و حق جو اس شعر میں ہے سو مراد حقیقی ہے۔ معنی یوں ہوے کہ تفکر اصطلاح میں اس طایفہ کے سالک کا سیر کشفی ہے۔ اس طریق پر کہ کثرات و تعینات جو حقیقت میں باطل ہیں یعنے عدم ہیں۔ انسے گذر کر حق کے طرف جانا جو حق حقیقی وحدت وجود مطلق ہے اور اس جانے سے مراد سالک کا وصول مقام فنافی اللہ تک ہی ہے ۔

چنداں برو ایں رہ کہ دوی برخیزد	برہست دوی براہ روی برخیزد
تو او نشوی ولے اگر سعی کنی	جاے برسی کز تو توئی برخیزد

اور دوسرے مصرع میں نہایت کمال معرفت کے طرف اشارہ ہے جو بقا باللہ ہے۔ یعنے تمام اشیاء کو ایک حقیقت کا مظہر دیکھیں جو

ہر جا بے ایک نوع و طور سے ظہور کیا ۔ کیونکہ ہر مقید کو جب دیدۂ بصر سے نظر کرے تو وہی مطلق ساتھ تعین کے ۔ اور سوائے ہست مطلق کے کوئی موجود حقیقی نہیں ہے ۔

۷۴ حکیماں کاندریں کردند تصنیف
چنیں گویند در ہنگام تعریف

۷۵ کہ چوں حاصل شود در دل تصور
نخستیں نام وے باشد تذکر

۷۶ وز و چوں بگذری ہنگام فکرت
بود نام وے اندر عرف عبرت

۷۷ تصور کاں بود بہر تدبر
بہ نزد اہل عقل آمد تفکر

۷۸ ز ترتیب تصور ہائے معلوم
شود تصدیق نامفہوم مفہوم

یعنے حکیم لوگ تفکر کی اسطرح تعریف کرتے ہیں کہ جب دل میں کوئی تصور حاصل ہووے اوسکا پہلا نام تذکر ہے ۔ اور جب فکر تذکر اوس سے گذرے تو اسکو عرف میں عبرت کہتے ہیں اور جو تصور کہ موصوف ساتھ تدبر کے ہوا ۔ اور ملاحظہ ترتیب خاص کہ موجب افادۂ مطلوب ہے ۔ اہل عقل کے پاس اوسی کا نام تفکر ہے ۔ اور ترتیب تصور ہائے معلوم سے تصدیق نامفہوم مفہوم ہوتی ہے ۔ جسطرح

حقیقت انسان مجہول تصوری ہے کہ تصور حیوان اور تصور ناطق اور ترتیب[1] خاص سے مفہوم ہوتی ہے۔

۷۸ مقدم چوں پدر تالی چو مادر
نتیجہ ہست فرزند اے برادر

۷۹ ولے ترتیب مذکور از چہ و چوں
بود محتاج استعمال قانون

۸۰ دگر بارہ دراں گر نیست تائید
ہر آئینہ کہ باشد محض تقلید

یعنے مقدمہ صغریٰ اور مقدمہ کبریٰ مانند ماں باپ کے ہیں۔ اور دونوں سے جو نتیجہ نکلتا ہے بجاے فرزند کے ہے۔ لیکن اس ترتیب مذکور میں جو حکیموں کا طریقہ ہے استعمال قانون کی محتاجی ہے۔ اور اگر تائید الٰہی اس میں نہووے تو البتہ یہ تقلید محض ہے۔ جب کثرت و وحدت متضاد ہیں بمجرد ترتیب مقدمات کے معرفت الٰہی کا حصول مشکل ہے۔ اسی لئے فرمایا۔

۸۱ رہ دور و دراز است آں رہا کن
چو موسیٰ یک زماں ترک عصا کن

راستہ طریقہ استدلال کا دور و دراز ہے۔ یعنے نہایت مشکل ہے اوسے چھوڑ دے۔ اور مانند موسیٰ علیہ السّلام کے ایک تھوڑی دیر عصا کو اپنے سے علٰحدہ کر۔ یہاں عصا سے مراد دلیل ہے۔ طالب الٰہی کو

[1] یعنے تصور عام ترتیب جیسے حیوان [illegible] خاص [illegible] ناطق اور [illegible] مثلاً تصدیق مجہول [illegible] ترتیب خاص [illegible] مفہوم [illegible]

چاہئے کہ ترک طریقہ استدلال کرکے توجہ طرف مبدأ حقیقی کے کرے اور
ساتھ ارشاد پیر کامل کے آئینہ دل کو غبار اغیار سے صاف کرے تا
جمال محبوب حقیقی اوس آئینہ میں مُنہ دکھاوے۔ اور دوسروں کو
جو بیان ہے وہ عیاں ہووے۔

۸۲ در آ در وادی ایمن کہ ناگاہ
درختے گویدت انی انا اللہ

یہاں وادی سے مراد وہ طریق تصفیہ ہے جو قابل تجلی الٰہی ہے
اور درخت حقیقت انسانی ہے کہ محل تجلی ذات و صفات ربانی ہے
شیخ اس بیت میں فرماتے ہیں کہ تصفیہ کا طریق اختیار کرتا بحکم
غلبہ تجلی احدی اور اتحاد مظہر و ظاہر کے اپنی حقیقت سے سماعت
دل سے ندا اِنّی اَنَا اللہُ سنے گا تو اور ساتھ دیدۂ حق بیں کے تو خود کو
اور خدا کو دیکھے گا۔ اور پہچانے گا۔ ۵

ہر کہ بیروں ز خود اندر طلب سعی نمود	از پئے آب چو ماہی ہمہ عمر طپید
آنکہ با عقل طلب کرد ہمہ عمر نیافت	وآنکہ بے خویش در آمد بیکے لمحہ رسید
خواب جہل از حرم قرب ترا دور افگند	ورنہ نزدیک تر از دوست کسی ہیچ ندید
چونکہ خود را ہمہ دانی ہمہ بینی ہیچ	یافتی گنج سعادت کہ بران نیست مزید

۸۳ محقق را چو از وحدت شہود است
نخستیں چشم بر نور وجود است

یعنے جو کامل کہ مراتب کثرت موہومہ صوری و معنوی سے عبور کرکے

ساتھ مقام توحید اعیانی کے پہونچے۔ اور ساتھ دیدۂ حق بیں کے بحکم كُنْتُ بَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِي۔[۱] صور جمیع موجودات میں ساتھ دیدۂ حق کے مشاہدہ حق کا کرتا ہے اور خود کو اور تمامی اشیار موجودہ کو قایم بحق دیکھتا ہے۔

۸۴

ولے کز معرفت نور و صفا دید
زہر چیزیکہ دید اول خدا دید

کیونکہ اظہر اشیا ہستی حق ہے۔ وہ خود ظاہر ہے اور دوسرے اشیار اس کے واسطہ سے ظاہر ہیں۔ اسی واسطے محقق فرماتے ہیں اَلْحَقُّ مَحْسُوْسٌ وَالْخَلْقُ مَعْقُوْلٌ۔[۲] ۵

رویت و ظاہر است بعالم نہاں کجاست		گر او نہاں بود بجہاں خود عیاں کجاست

اصطلاح میں اس طایفہ کے خدا یتعالے وجود واحد سے مراد ہے کہ ہر جا ایک طرحکی تجلی فرمائی ہے اور مکاشفات اہل کشف بحسب مشارب و اوقات مختلف اپنے مقام سے خبر دیتے ہیں ایک کہتا ہے کہ مَا رَأَيْتُ شَيْئًا إِلَّا وَرَأَيْتُ اللّٰهَ قَبْلَهُ[۳] اور دوسرا کہتا ہے کہ مَا رَأَيْتُ شَيْئًا إِلَّا وَرَأَيْتُ اللّٰهَ بَعْدَهُ[۴] کیونکہ وہ حقیقت ساتھ عوارض مشخصہ و پردۂ تعینات کے مستتر ہوی۔ پہلے نظر نقاب پر پڑھتی ہے بعد معشوق پر۔ اور دوسرا کہتا ہے کہ مَا رَأَيْتُ شَيْئًا إِلَّا وَرَأَيْتُ اللّٰهَ فِيْهِ[۵] کیونکہ صور اعیان ممکنات جام و کاسہ اوس معنی حقیقی کے ہیں کہ محب ساتھ بادہ کے ہوی ہے۔ اور ایک کہتا ہے کہ مَا رَأَيْتُ شَيْئًا إِلَّا وَرَأَيْتُ اللّٰهَ مَعَهُ[۶]

[۱] میں اس کی بصارت ہو گیا جس سے وہ دیکھتا ہے ۱۲
[۲] حق عیاں ہے اور خلق خیالی ۱۲
[illegible]
[۳] میں نے کسی چیز کو نہیں دیکھا مگر اس سے پہلے خدا کو دیکھا ۱۲
[۴] میں نے کسی چیز کو نہیں دیکھا مگر اس کے بعد خدا کو دیکھا ۱۲
[۵] میں نے کسی چیز کو نہیں دیکھا مگر اس میں خدا کو دیکھا ۱۲
[۶] میں نے کسی چیز کو نہیں دیکھا مگر اس کے ساتھ خدا کو دیکھا ۱۲

اس لئے کہ بحکم اتحاد مظہر و ظاہر۔ عاشق و معشوق۔ خارج میں ایک دوسرے سے ممتاز نہیں ہیں۔ اگرچہ عقل دونوں میں تمیز کرتی ہے۔ اور ہر ایک کو دوسرے کا غیر سمجھتی ہے۔

۸۵ بود فکر نکو را شرط تجرید
پس آنگہ لمعۂ از نور تائید

یعنے نزدیک ارباب طریقت کے تفکر سیر الی اللہ و سیر فی اللہ و باللہ سے مراد ہے۔ جو موقوف تجرید ظاہر و تفرید باطن پر ہے۔ یعنے بحسب ظاہر مال و ملک و جاہ و منصب سے منہ پھرا ے۔ بلکہ جو چیز سالک کو راہ حق سے باز رکھے اوس سے علیٰحدہ ہو جاۓ۔ و بحسب باطن اپنے دل کو غیر حق سے معرّا کرے اور ایک لحظہ اس کے یاد سے غافل نہووے۔ اور مجرد تجرید ہی کافی نہیں بلکہ ایک لمعہ نور و امداد الٰہی سے بھی چاہیئے۔ ۵

کوشش عاشق بیچارہ بجاے نرسد	اگر از جانب معشوق نباشد کششے

اسی لئے فرمایا۔

۸۶ ہر آں کس را کہ ایزد راہ ننمود
ز استعمال منطق ہیچ نکشود

یعنے جو شخص طریقت معرفت الٰہی بین مجرد عقل بے ارشاد کامل کے قدم رکھے یقین ہے کہ اوسے گمراہی و حیرت مذموم حاصل ہووے

۸۷ حکیم فلسفی چوں ہست حیراں

نمی بیند ز اشیار غیر امکاں
ز امکاں میکند اثبات واجب ۸۸
ازیں حیراں شدہ در ذات واجب

صوفیہ صافیہ نے مشاہدہ کیا کہ ذاتِ واحد جو مطلق ہے عالم غیب ہویت سے مراتب اسمار و صفات و آثار میں تنزل کی ہے اور ہر جا اور مظہر میں ایک طرح سے ظہور کی ہے اور تمام اشیا وجود حق سے قایم ہیں۔ اور حقتعالےٰ سب کا قیوم ہے۔ ۵

گنج پنہا نست زیر ہر طلسم دیدہ حق بیں اگر بودے ترا	پیش عارف شد مسمی عین اسم او رخ از ہر ذرہ بنمودے ترا

اور دوسری جماعت جو مقام تقلید میں ہے وجود ممکنات سے وجود واجب پر استدلال کرتی ہے۔ واجب الوجود وہ ہے کہ وجود اس کا اس کی ذات کا مقتضا ہووے۔ اور ممکن الوجود وہ ہے کہ اوس کا وجود مقتضاے ذات سے اوس کے نہووے۔ بلکہ موجودیت میں غیر کا محتاج ہووے۔ جو علت اوس کی ہووے اور جبکہ فلاسفہ اثباتِ ذاتِ واجب ساتھ ممکن کے کرتے ہیں اسی لئے معرفت واجب میں حیران رہتے ہیں۔ کیونکہ معلول اثر علت سے ہے اور آثار ساتھ ذات وصفات کے دلایل ذات وصفات موثر کے ہیں۔ اور ضرور ہے کہ دلیل میں مدلول سے کوئی چیز ہووے۔ اسی لئے مقدمات دلایل عقلیہ نتیجہ پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اور جب اون کے پاس

ذات ممکن من کل الوجوہ خلاف ذات واجب ہے پس دلیل میں
کوئی چیز بھی مدلول سے شامل نہ ہوگی۔ اور جبتک کہ کوئی چیز کسی شخص
میں نہووے ثابت ہے کہ وہ چیز واسطے دوسرے کے بھی معرفت
کا ذریعہ نہ ہوسکے گی اسی سبب سے حیرانی و سرگردانی ہے
چنانچہ فرمایا۔

۸۹ گہے از دور دارد سیر معکوس
گہے اندر تسلسل گشتہ محبوس

اصطلاح میں دور کے معنے توقف ایک شئے کا دوسرے پر۔ اور
پھر توقف دوسرے کا وہی پہلی شے پر ہووے۔ جیسے وجود مرغ
کا انڈہ پر موقوف ہے۔ اور ~~وجود~~ اوسی انڈے کا وجود اوسی
مرغ پر موقوف ہووے۔ اور تسلسل عبارت ہے وجود امور
غیر متناہیہ سے ایک وقت میں اوپر سبیل توقف کے یعنے ایک دوسرے
پر موقوف ہو۔ دوسرا تیسرے پر موقوف ہو۔ الیٰ غیر نہایت ایسا ہی
چلا جائے۔ جبکہ ممکن میں وجود و عدم برابر ہے۔ پس البتہ جہت ترجیح
احد الطرفین اوپر دوسرے طرف ممکن سے محتاج بعلت ہے۔ اگر وہ
علت واجب ہے تو مدعا ثابت ہوا۔ اور اگر ممکن ہووے خالی نہیں ہے
کہ وہی ممکن مفروض اول ہے یا دوسرا ممکن۔ اگر اول ہووے دور ہے
کیونکہ ممکن اول موقوف ساتھ ممکن دوم کے ہوا۔ اور ممکن دوم ممکن
اول پر موقوف ہے۔ اور یہی سیر معکوس ہے۔ اور اگر وہ علت دوسرا

ممکن ہووے تو وہ بھی دو حال سے خالی نہیں۔ یا سلسلہ احتیاج منجر بواجب ہوگا یا نہوگا۔ اگر منجر بواجب ہوگا فہو المراد۔ اور نہیں تو دوسرا ممکن معلول ہوگا۔ اور وہ دوسرا ممکن دوسرے ممکن کا معلول ہوگا۔ اسی طرح یہ سلسلہ بلانہایت چلا جائے گا۔ یہی تسلسل کی گرفتاری ہے کہ کتنے ہی علتیں فرض کرو کسی مقام پر نہیں ٹھہر سکتے۔

٩٠ چو عقلش کرد در ہستی توغل
فرو پیچید پایش در تسلسل

یعنے جتنا کہ موجودات کو زیادہ ثابت کرتا ہے توحید سے دور پڑتا ہے اس لئے کہ جو شخص کہ حقتعالے کو بوسیلہ اشیاء جانتا ہے حقیقت میں جاہل ہے۔ اور جو کہ اشیا کو حقتعالیٰ سے جانتا ہے وہ عارف ہے۔ ٥

خویش را عریاں کن از فضل آفضول	ترک خود کن تا کند رحمت نزول

جبکہ معرفت ایک چیز کی ایک چیز سے یا ساتھ مماثلت ذات کے ہوتی ہے یا مشابہت صفات سے۔ اس لئے فرمایا کہ۔

٩١ ظہور جملہ اشیاء بضد است
ولے حق را نہ مانند و نہ ند است

یعنے خدا یتعالیٰ کا کوئی ذات و صفات میں شریک نہیں ہے بلکہ ذات و صفات جمیع مخلوقات کے عکس اوس کے ذات و صفات کے ہیں کہ آئینوں میں کثرت عالم کے ظاہر ہوئے ہیں۔ ٥

وَمَا هِيَ إِلَّا أَنْ بَدَتْ بِمَظَاهِرٍ	فَظَنُّوا سِوَاهَا وَهِيَ فِيهَا تَجَلَّتْ

[illegible] ... ۱۲

مہر رخسارِ تو می تابد ز ذراتِ جہاں		ہر دو عالم پر ز نور و دیدہ نابینا چہ سود

ہستی حق کی دلیل حق کے سوا نہیں ہو سکتی ہے۔ کیونکہ کثرت کو اوس کے ہستی کے طرف راہ نہیں ہے اور دلیل کو ہستی ضرور ہے۔

۹۲ چو نبود ذاتِ حق را ضد و ہمتا
ندانم تا چگونہ داند اورا

یعنے جب ذات حق کو کوئی مشابہ و مماثل نہیں ہے۔ بلکہ جو کچھ ہے وہی ہے کسی نے حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ سے پوچھا۔ مَا الدَّلِیْلُ عَلیٰ وُجُوْدِ الصَّانِعِ یعنے صانع کے وجود پر کیا دلیل ہے فرمایا اَغْنَی الصَّبَاحُ عَنِ الْمِصْبَاحِ یعنے صبح ہونے کے بعد چراغ کی ضرورت نہیں فَسُبْحَانَ مَنْ لَیْسَ لِذَاتِہٖ خِفَاءٌ اِلَّا الظُّھُوْرُ وَلَا لِوَجْھِہٖ حِجَابٌ اِلَّا النُّوْرُ۔ ۵

حجابِ روی تو ہم روی تست در ہمہ حال		نہاں ز چشمِ جہانے ز بسکہ پیدائی

حضرت خواجہ عبد اللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اَللّٰھُمَّ تَلَطَّفْتَ بِاَوْلِیَائِکَ فَعَرَفُوْکَ۔ وَلَوْ تَلَطَّفْتَ بِاَعْدَائِکَ لَمَا جَحَدُوْکَ۔ یعنے یا اللہ تو نے جو اپنے اولیا پر مہربانی فرمائی تو انھوں نے تجھے پہچانا۔ اور اگر تیرے دشمنوں پر بھی مہربانی فرماتا تو وہ بھی تیرے منکر نہوتے۔

۹۳ ندارد ممکن از واجب نمونہ
چگونہ داندش آخر چگونہ

ذات واجب الوجود مطلق ہے۔ اور ذات ممکن عدم اور کسی چیز کا جاننا بغیر اوس چیز کے نمونہ کے کہ ذات میں جاننے والے کے ہووے

۵ پاک ہے وہ ذات جسکی پوشیدہ ہونیکا سبب سوا اوسکا ظہور ہے اور جسکے وجہ کا حجاب اوسی کا نور ہے

محال ہے۔ ہستی ممکن صرف اضافت ہے۔ اور ذات و صفات و افعالِ اشیاء سب عکوس ذات و صفات و افعال الٰہی ہیں کہ آئینوں میں تعینات کے جلوہ گر ہیں۔ اور جب تحقیق سے دلیل کو تصور کروگے تو عین مدلول ہے۔ اور کسی ایک شئے کو دلیل و مدلول بنانا جہالت ہے۔ کیونکہ دلیل چاہتی ہے کہ مدلول سے اظہر ہووے ہاں حقتعالیٰ کا عارف وہی ہو سکتا ہے کہ وجود اضافی مجازی کو سطوت نور وحدت میں اوسکے فانی کرے۔ اور باقی بہ بقاء حق ہووے۔ اور حق سے حق کو دیکھے اور جانے۔

۹۴ زہے ناداں کہ او خورشید تاباں
بنورِ شمع جوید در بیاباں

یعنے وجود واجب کو ممکن سے پہچاننا اسطرح ہے کہ کوئی شخص آفتاب کو بیابان میں یعنے ایسی جاے میں جہاں حجاب وحایل نہ ہووے نور شمع سے ڈھونڈے۔ اور طرہ یہ کہ اوس شمع کا نور بھی اوس آفتاب سے مقتبس وحاصل ہووے۔

۹۵ اگر خورشید بر یک حال بودے
شعاع او بہ یک منوال بودے

۹۶ ندانستے کسے کیں پرتوِ اوست
نبودے ہیچ فرق از مغز تا پوست

یعنے اگر آفتاب کو طلوع وغروب نہ ہوتا اور شعاع نور اوسکا ہمیشہ ایک

حال یہ رہتا تو کسی شخص کو بھی یہ معلوم نہ ہوتا کہ یہ روشنی جو عالم میں ہے
آفتاب کی پرتو سے ہے۔ بلکہ یہ سمجھتے کہ عالم اپنے ہی نور سے روشن ہے
اسی طرح تجلی نور الہٰی جو ہمیشہ تاباں ہے۔ غایت شدت ظہور سے
موجب خفاء حق ہے۔

۹۷ جہاں جملہ فروغ نور حق داں
حق اندر وے ز پیدائیست پنہاں

یعنے جہاں بہ لحاظ ذات ظلمت و عدم ہے۔ اور ہستی کے عالم میں
نظر آتی ہے روشنئ نور وجود حق ہے۔ کیونکہ جسطرح درمیان میں
موجود و معدوم کے واسطہ نہیں ہے۔ اسیطرح وجود و عدم میں
بھی واسطہ نہیں ہے۔ جسطرح آفتاب نصف النہار میں شدت ظہور
سے دیدہ اوس کے نور کا ادراک نہیں کرتا ہے اوسیطرح نور خورشید
ذات احدیت غایت ظہور سے اپنے پرتو میں مخفی نظر آتا ہے۔

۹۸ چو نور حق ندارد نقل و تحویل
نیاید اندرو تغییر و تبدیل

یعنے نور حقتعالی متواتر و متوالی تجلی شہودی سے ماہیات ممکنہ کے
آئینوں میں منعکس و تاباں ہے۔ اور اوس تجلی کا فیض فیض مطلق
کی ذات سے ہرگز منقطع نہیں ہوتا۔ اسی لئے نور الہی تجلی نامتناہی
میں تغیر و تبدیل نہیں ہے۔ اسی سبب سے وہم ہوتا ہے کہ اشیاء
کو وجود اپنے سے ہے اسی لئے فرمایا کہ۔

۹۹ تو پنداری جہاں خود ہست دایم
بذات خویشتن پیوستہ قایم

یعنے ارباب عقول ضعیفہ مشاہدۂ نور آفتاب حقیقی کی تاب نہ لاکر گمان کرتے ہیں کہ اشیاء کا وجود علیحدہ ہے۔ اگر مرتبۂ وحدۃ الشہود کو پہونچتے تو جانتے کہ وجود واجب مظاہر امکانیہ میں ظاہر ہے۔ اور نہایت شدت ظہور نور وحدت سے انعکاس اوس کے موجودات متکثرہ نظر آکر مزلۂ اقدام عقول ہوے۔ یہانتک ہر ایک کو ایک وجود علیحدہ تصور کرنے لگے پس جسقدر دلائل فراہم کرتے ہیں اوسی قدر اپنے مقصود سے دور ہوتے جاتے ہیں۔ اسی سبب سے فرمایا کہ۔

۱۰۰ کسے کو عقل دور اندیش دارد
بسے سرگشتگی در پیش دارد

۱۰۱ ز دور اندیشی عقل فضولی
یکے شد فلسفی دیگر حلولی

یعنے عقل فضولی کی دور اندیشی سے اشیاء کے وجود کو غیر حق تصور کرتی ہے۔ ایک جماعت علیت وجود واجب اور معلولیت وجود ممکن کے قایل ہوے وہ فلسفی ہیں۔ اور ایک گروہ کہتا ہے کہ حقتعالیٰ ساتھ ذات و صفات کے نشأ انسان کامل میں حلول فرماتا ہے مثل نصاریٰ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق۔ اور نصیریہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق اعتقاد ہے۔ اور حق بات یہ ہے کہ ادراک توحید

حقیقی کشف و الہام و شہود کے سوائے میسر نہیں ہوسکتا اور
عقل کے نسبت مکشوفات سے ایسے ہی ہے جیسے حواس کی معقولات
سے۔ یعنے جسطرح حواس ادراک معقولات نہیں کرسکتے اسیطرح عقل
بھی ادراک مکشوفات نہیں کرسکتی۔ جسطرح فرمایا کہ۔

۱۰۲ خرد را نیست تاب نور آنروے
برو از بہر او چشم دگر جوے

جو دیدہ کہ ادراک حق کرسکتا ہے وہ دیدۂ دل ہے جس کا نام بصیرت
ہے۔ جب تک دیدۂ بصیرت سرمۂ جواہر ریاضت و سلوک و تزکیۂ
نفس و تصفیۂ قلب و تجلیۂ روح سے منور نہووے جمال دوست کا
مشاہدہ بطریق شہود کے نظر نہ آے۔ اور یہ امر باتفاق ارباب
طریقت کے سوائے ارشاد پیر کامل حق بیں و حقداں کے حاصل نہووے

۱۰۳ دو چشم فلسفی چوں بود احول
ز وحدۃ دیدن حق شد معطل

احول اوسکو کہتے ہیں کہ ایک کو دو دیکھے۔ جب حکیم فلسفی نے وجود
ممکن کو غیر وجود واجب اعتقاد کیا ہے۔ اسی لئے وحدۃ حقیقی نظر نہ
آئی۔ اور ذوق شہود توحید سے محروم ہوا اور صوفیہ کے پاس ایک
ذات ایک حقیقت ہے کہ بحکم تجلی اسم ظاہر کے جمیع مظاہر میں ظہور
کرکے ہر رنگ میں آپ ہی ظاہر ہوا۔ اور جب ظاہر و باطن میں سوائے
اوس حضرت کے کوئی چیز نہیں ہے تو فرماتے ہیں کہ۔

۱۰۴ زنابینائی آمد راه تشبیه
زیک چشمیست ادراکات تنزیه

مشبہ وہ جماعت ہے کہ حق کو مجسم اور تشبیہ میں منحصر جانتے ہیں اور تنزیہ سے غافل ہیں۔ اور اشیار کے ذات و صفات کو غیر ذات و صفات حق سمجھتے ہیں۔ پس مطلقاً ذات و صفات تشبیہی و تنزیہی توحید حق کو نہ سمجھے اسی لئے اندھے ہیں۔ اور منزہ ایک چشمی ہیں اس لئے کہ ذات حق کو صفت تنزیہ میں جانتے ہیں لیکن حیثیت ظہور سے مظاہر میں نہ دیکھے نہ پہچانے۔ اور وہ لوگ تشبیہ و تنزیہ کو جمع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حق جمیع تعینات میں ساتھ حقیقت واحد کے جو ذات و صفات سے معرا و منزہ ہے۔ کیونکہ وہاں غیریت و اثنینیت کا ملاحظہ نہیں کیا جاتا اور حق تعالیٰ مشبہ ساتھ جمیع تعینات کے اس لحاظ سے ہے کہ وہی ہر شئے کی صورت میں ظاہر ہوا ہے اور نقش میں ہر متعین کے تجلی فرماتا ہے یہی شخص ہے عارف باللہ اور دونو آنکھ سے دیکھتا ہے۔ ــــ ٥

فَإِنْ قُلْتَ بِالتَّنْزِيهِ كُنْتَ مُقَيِّدًا   وَإِنْ قُلْتَ بِالتَّشْبِيهِ كُنْتَ مُحَدِّدًا
وَإِنْ قُلْتَ بِالْأَمْرَيْنِ كُنْتَ مُسَدِّدًا   وَكُنْتَ إِمَامًا فِي الْمَعَارِفِ سَيِّدًا

یعنی تنزیہ کا قائل مقید ہے اور تشبیہ کا محدود۔ اور ان دونوں کا قائل عرفان الٰہی میں استوار امام و سردار ہے۔ ۱۲

۱۰۵ تناسخ زاں سبب شد کفر و باطل
کہ آں از تنگ چشمی گشت حاصل

ایک جماعت اوس طرف گئی ہے کہ روح انسانی اپنے ذات سے قایم نہیں ہے۔ اور زوال و عدم بھی اوس پر طاری نہیں ہوتا۔ پس

ضرور ہے کہ اوس روح کو مظہر جسمانی ہووے کہ قیام اوس روح کا مظہر سے ہووے۔ اور جس وقت کہ وہ مظہر خراب ہووے چاہیئے کہ دوسرے مظہر سے بے انقطاع کے تعلق اوس کا ہووے۔ خواہ وہ مظہر اعلےٰ ہووے یا ادنےٰ۔ یہ تناسخ ہے جو کفر و باطل ہے۔ اس لئے کہ اعمال کا بدلہ جسطرح کہ انبیا علیہم السّلام نے فرمایا ہے کہ وہ اس کے قایل نہیں ہیں۔ اور قیامت کے منکر ہیں اور ارواح کو احتیاج اجسام کی کیا ضرورت۔

۱۰۶ چو آنکہ بے نصیب از ہر کمالست
کسے کو را طریق اعتزالست

معتزلہ وہ گروہ ہے کہ لقاے حق کے دنیا و آخرۃ میں منکر ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ بندہ اپنے افعال کا آپ خالق ہے۔ نیکی حقتعالیٰ سے ہے۔ اور بدی نفس سے۔ اور مرتکب کبیرہ نہ مومن ہے نہ کافر۔ بلکہ ایک مقام دو مقاموں کے درمیان میں ثابت کرتے ہیں۔

۱۰۷ کلامے کو ندارد ذوق توحید
ز تاریکی درست از غیم تقلید

کلامی وہ جماعت ہے کہ علم کلام کے طرف منسوب ہے۔ اور کلام سے مراد ہے معرفت عقاید کی ساتھ دلایل عقلیہ کے جس کی تایید نقل سے ہوتی ہو یعنے متکلمی ذوق توحید عیانی تک نہ پہونچے۔ اور نور وحدۃ حقیقی کو دیدۂ مکاشفہ سے نہ دیکھ سکے اسی لئے بر سبیل عموم فرماتے ہیں کہ۔

۱۰۸ رمد دارد دو چشم اہل ظاہر
کہ از ظاہر نہ بیند جز مظاہر

یعنے اہل ظاہر حق کو ساتھ تجلی اسم ظاہر کے اوس مظاہر میں ظاہر نہیں دیکھتے ہیں۔ اور نہیں سمجھتے ہیں کہ وہی تمام صورتوں میں جلوہ گر ہے۔ ۵

یار پیشت حاضر و تو از خودی غایب ازو		باخود آ آخر چہ گم کردی بگو

۱۰۹ ازو ہر چہ بگفتند از کم و بیش
نشانے دادہ اند از دیدۂ خویش

یعنے ہر شخص اپنی قابلیت اور استعداد فطری کے موافق اوس کا نشان دیتا ہے اسی لئے اون کے مشاہدوں میں اختلاف ہوا ہے اور سریان ذات متعالی سے جو موجودات میں ہے غافل ہیں۔ اور انھیں حقیقت حال سے خبر نہیں فرماتے ہیں۔

۱۱۰ منزہ ذاتش از چند و چہ و چوں
تعالیٰ شانہٗ عما یقولون

یعنے ذات حق کم و ماہی و کیف سے منزہ ہے۔ اور اوسکو ساتھ کسی چیز کے کسی طرح نسبت نہیں ہے اس لئے کہ اوس حضرت میں کوئی چیز ہی نہیں ہے۔ جب سواے اس کے کوئی موجود ہی نہیں ہے تو اوس کی دلیل سواے اوس کے نہیں ہو سکتی کہ لَا یَحْمِلُ عَطَایَاھُمْ اِلَّا مَطَایَاھُمْ اور سالک راہ طریقت کی نہایت روش اس کے سوا نہیں ہے کہ حق کی تجلی میں محو اور متلاشی ہو وے۔ اور اپنی اصلی عدمیت

یعنے اسے نسبت جو ہو اوس سے اوس کی سمجھیا اوس سے اوس کی نشان بالاتر ہے۔ ۱۲

یعنے عطیات کو اونھی اون کے سواریاں اوٹھا سکتی ہیں

کے طرف رجوع کرے۔

سوال ۔ کدامی فکر مارا شرط راہست
۱۱۱ چرا گہ طاعت و گاہے گناہست

یعنے سایل پوچھتا ہے کہ وہ فکر جو سالکان راہ حقیقت کے لئے ضروری ہے کونسی ہے۔ اور کیا سبب ہے کہ وہی فکر کبھی طاعت کبھی گناہ ہوجاتی ہے۔

جواب ۔ در آلاء فکر کردن شرط راہست
۱۱۲ ولے در ذات حق محض گناہ است

چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ تفکروا فی الاء اللہ ولا تفکروا فی ذات اللہ یعنے اللہ تعالےٰ کے نعمتوں میں فکر کرو۔ اور اوسکی ذات میں فکر نہ کرو یہاں مراد آلاء سے صفات و افعال الہیٰ ہے۔ جو تمام نعمتوں کا منشا رہے

۱۱۳ بود در ذات حق اندیشہ باطل
محال محض دان تحصیل حاصل

جب ذات حق تعالےٰ ہستی مطلق سے مراد ہے۔ اور دلیل کو بھی ہستی ضرور ہے۔ پس جو چیز کہ ذہن میں یا خارج میں تصور اوس کا کرکے معرفت ذات حق کے لئے وسیلہ بنائیں۔ اللہ تعالیٰ اوس چیز سے بھی زیادہ حاضر و حاصل ہے کیونکہ عام خاص سے زیادہ ظاہر ہے پس تفکر ذات حق میں تحصیل حاصل ہے اور یہ باطل محال ہے اسی لئے فرمایا

۱۱۴ چو آیاتست روشن گشتہ از ذات
نگردد ذات او روشن ز آیات

١١٥ همه عالم بنور اوست پیدا
کجا او گردد از عالم هویدا

١١٦ نگنجد نور ذات اندر مظاهر
که سبحات جلالش هست قاهر

یعنے تمام اعیان موجودات ممکنہ نور حق سے متجلی ہیں اور اوس تجلی کے واسطہ سے ان اشیا کی صورت ہے۔ اور کوئی شئے اوس کے ظہور کا سبب نہیں ہوسکتی ہے۔ کیونکہ کوئی چیز اوس کے سوائے نہیں ہے تا اوس کے ہویدائی کا وسیلہ بن سکے۔ بلکہ تمام تعینات اسما و صفات حق سے ظاہر ہیں۔ اور جب نور تجلی ذاتی ہووے تو موجب رفع تعینات ہے اس لئے کہ نور ذات مظاہر میں گنجایش نہیں رکھتا ہے۔ اور اوس کے سبحات جلال یعنے انوار عظمت کبریائی سب کو مٹا دیتے ہیں۔ ۵

اے شاہ عالم سوز من — وے ماہ جان افروز من
اے ساز من اے سوز من — کے بینمت بار دگر

١١٧ رہا کن عقل را با حق ہمی باش
کہ تاب خور ندارد چشم خفاش

یعنے جب معرفت حقتعالے وسایل و دلایل سے حاصل نہیں ہوسکتی ہے پس عقل وسیلہ جوئی کو چھوڑ دے۔ اور مرشد کامل کے ارشاد کے موافق ہمیشہ یاد حق میں رہ۔ تا آئینہ دل زنگ کثرت سے مصفا ہو کر مجلا و محل تجلی الہی ہووے۔ اور حق سے حق کو

مشاہدہ کرے اور بوسیلہ آلہ کے کہ فکر ہے معرفت تامہ حاصل
ہووے یہی طریقہ اولیا و انبیا کا ہے۔ اور عقل اس جگہ مثل
خفاش ہے۔ اِس لئے فرمایا کہ۔

۱۱۸ در آں موضع کہ نور حق دلیلست
چہ جائے گفتگوئے جبرئیلست

۱۱۹ فرشتہ گرچہ دارد قرب درگاہ
نگنجد در مقام لی مع اللہ

۱۲۰ چو نور او ملک را پر بسوزد
خرد را جملہ پا و سر بسوزد

یعنے جب نور تجلی الہی راہبری کرتا ہے۔ سالک بغیر واسطہ
کے حق تک پہونچ جاتا ہے۔ اور مرتبہ انسان کامل کا بلحاظ
حصول جمعیت اسماے الہی و حقایق کونی کے مقرب فرشتہ سے
بھی افضل ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
کہ لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ۔
بعض کہتے ہیں کہ یہاں نبی مرسل سے مراد آنحضرت کی ذات مقدس ہے
آخر وہ بھی تعین ہے۔ اور تعین کو اوس حضرت میں گنجایش نہیں ہے
چنانچہ فرمایا کہ فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّہٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَہٗ دَکًّا۔ اسی مقام طرف
اشارہ ہے۔

۱۲۱ بود نور خرد در ذات انور

بساں چشم سر در چشمۂ خور

یعنے جسطرح دیدۂ ظاہر آفتاب کے دیکھنے سے خیرہ و تاریک ہوتا ہے اسیطرح دیدۂ عقل نور تجلی ذاتی سے تاریک ہوجاتا ہے اور غایت قرب عدم رویت کا سبب ہے۔ جسطرح فرماتے ہیں۔

۱۲۲ جو مبصر با بصر نزدیک گردد
بصر ز ادراک او تاریک گردد

یعنے جسطرح دیدہ کی نسبت کرتے مرئیات کا بہت نزدیک ہونا سبب تاریکی بصر اور عدم ادراک مبصر ہوتا ہے۔ یہی حال دیدۂ باطن کا بھی ہے۔ جبکہ غایت نزدیکی سے دیدہ میں تاریکی ہوتی ہے اور ادراک حاصل نہیں ہوتا اس لئے فرمایا۔

۱۲۳ سیاہی گر بدانی نور ذاتست
بتاریکی درون آب حیاتست

یعنے سیاہی کہ مراتب مشاہدات میں دیدۂ بصیرت سے جو سالک کو نظر آتی ہے وہ بسبب نہایت نزدیکی کے بصر و بصیرت کو حاصل ہوئی ہے۔ اور اوسی تاریکی میں نور ذات ہے جو مقتضی فنا ہے اور آبحیات بقا باللہ جو موجب حیات سرمدی ہے۔ خلاصہ یہ کہ جو اس معنی کو ذوق سے حاصل نکرے اوس سے جسقدر بیان کیجے ستر و خفا بڑھتا جاتا ہے۔

۱۲۴ سیہ جز قابض نور بصر نیست

نظر بگذار کیں جای نظر نیست

یعنی نور سیاہ جو غایت قرب سے ہے وہ نور بصر کو قبض کرتا ہے
اور بصیرت اوس حال میں بے ادراک ہوتی ہے اسی لئے کہا کہ
نظر چھوڑ دے ۔ کیونکہ نظر ناظر و منظور کو چاہتی ہے ۔ اور یہ مقام
نظر نہیں ہے ۔ کیونکہ یہاں مرتبۂ فنا و محو تعینات و رفع اثنینیت ہے

۱۲۵ چہ نسبت خاک را با عالم پاک
کہ ادراکست عجز از درک ادراک

یعنی نہایت کمال ممکن یہ ہے کہ اپنی اصلی آدمیت کے طرف
رجوع کرے ۔ اور اپنی نادانی و نیستی کو جانے ۔ اور یقین کرے کہ
نہایت علم و ادراک عدم ادراک ہے ۔ کیونکہ مدرک حقیقی غیر متناہی
ہے ۔ اور علم متناہی یہی مقام حیرت و استغراق ہے اور یہی ہے کہ ظہور
فَنَاءُ مَنْ لَمْ یَکُنْ وَبَقَاءُ مَنْ لَمْ یَزَلْ اور بحکم اِنَّ اللّٰہَ یَأْمُرُکُمْ
اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰی اَھْلِھَا یعنے ہستی ہست کو اور نیستی نیست کو
راجع ہووے ۔ پس ممکن امکانیت کے لحاظ سے ہمیشہ نیست و ظلمت
میں ہے اس لئے فرمایا ۔

۱۲۶ سیہ روئی ز ممکن در دو عالم
جدا ہرگز نشد واللہ اعلم

یعنی سیہ روی جو مراد ظلمت و نیستی و جہ امکانیہ ہے ہرگز ممکن سے
جدا نہو گی ۔ اور ہستی ممکن عبارت ظہور وجود واجب سے ہے

ترجمہ: جو کچھ تمہارے پاس ہے تمام ہو جاویگا اور باقی وہی رہیگا جو اللہ کے پاس ہے ۱۲

اوسکی صورت میں یہی وجہ باقی ہے ۔ مَا عِنۡدَکُمۡ یَنۡفَدُ وَمَا عِنۡدَ اللّٰہِ بَاقٍ ۔

۱۲۷ سواد الوجہ فی الدارین درویش
سواد اعظم آمد بے کم و بیش

اصطلاح صوفیہ میں فقر فنا فی اللہ سے مراد ہے ۔ اور یہ سواد وجہ سواد اعظم ہے ۔ اس لئے کہ سواد اعظم وہ ہے کہ جو کچھ چاہیں اس میں ہووے ۔ اور جو کچھ تمامی مراتب موجودات میں مفصل ہے اس مرتبہ میں بطریق اجمال ہے ۔ جیسے جھاڑ تخم میں ۔ چونکہ یہ مقام بیان کرنے سے اعلےٰ ہے اس لئے فرمایا کہ ۔

۱۲۸ چہ میگویم کہ ہست این نکتہ باریک
شب روشن میان روز تاریک

احتمال ہے کہ مراد شب روشن سے ذات احدیت ہووے بسبب بیرنگی و بے تعینی کے شب سے تشبیہ دیگئی ہے ۔ اس لئے جسطرح رات میں کسی چیز کا ادراک نہیں ہوسکتا ہے اسیطرح مرتبۂ ذات میں کہ مرتبۂ فنا ظاہر ہے ادراک و شہود نہیں رہتا اور روشن اس لئے کہا کہ سب اشیا اوسی کی روشنی سے نمودار ہیں ۔ اور روز تاریک سے مراد تعینات و کثرت امکانی ہے جو مثل روز نمود رکھتے ہیں لیکن فی حد ذاتہا تاریک و عدم ہیں پس با وجود ظہور کے مخفی نظر آتے ہیں ۔ چونکہ اکثر اظہار اسرار

تجلیات باعث طعن و انکار ہے اس لئے فرماتے ہیں۔

۱۲۹ درین مشہد کہ انوار تجلیست
سخن دارم ولے ناگفتن اولیست

مشہد محل شہود ہے۔ اور تجلی سے مراد مَا یَنْکَشِفُ لِلْقُلُوْبِ مِنْ اَنْوَارِ الْغُیُوْبِ ہے۔ اور جبکہ دل سالک مصفّٰی ہوتا ہے اوس میں انوار الٰہی متمثل بجمیع الوان ہوکر چمکتے ہیں۔ اور حقتعالٰی بصورت وکیفیت و بے صورت وکیفیت اوس کے دل پر جلوہ گری فرماتا ہے۔ کیونکہ حق کو مثل نہیں ولیکن مثال ہے۔ اور تجلی موسیٰ شجرہٗ وادی ایمن سے اسی قبیل سے ہے اور حدیث رَأَیْتُ رَبِّیْ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ چونکہ ہستی مطلق سوائے ہستی مطلق کے نظر نہیں آسکتی اس لئے فرمایا کہ۔ تمثیل۔

جو غیبی انوار قلوب پر منکشف ہوں

میں نے اپنے پروردگار کو اچھی صورت میں دیکھا

۱۳۰ اگرچہ خور بچرخ چارمین است
شعاع نور ذاتش برزمین است

۱۳۱ اگر خواہی کہ بینی چشمۂ خور
تراحاجت فتد باجرم دیگر

۱۳۲ چو چشم سر ندارد طاقت و تاب
توان خورشید تابان دید درآب

۱۳۳ ازو چون روشنی کمتر نماید
در ادراک تو حالی میفزاید

یعنے کہ جب مشاہدہ جرم آفتاب کا پانی میں کریں تو اوسقدر مانع رویت نہیں ہوتا ہے ۔ بلکہ ایک طرح کا ادراک ہوسکتا ہے اس تمثیل سے غرض معقول کا محسوس پر قیاس کرنا ہے اسی لئے فرمایا کہ

۱۳۴ عدم آئینہ ہستیست مطلق
کزو پیداست عکس تابش حق

یعنے ہستی مطلق کہ نور مطلق ہے اگر مقابل میں اوس کے ایسی چیز نہو وے کہ نور مطلق کا اشراق کمتر نظر آوے تو کسی وجہ سے مدرک نہو سکے گا اور مقابل ہستی کا نیستی کے سواے نہیں ہے پس عدم وجود کا آئینہ ہوا یہاں عدم سے مراد اعیان ثابتہ ہیں۔ یعنے ماہیات ممکنہ جسکا نام صور علمیہ بھی ہے۔ اور نور وجود نے اون کے استعدادات وقابلیات کے موافق اوس میں ظہور کیا۔ یعنے آئینہ عدم سے کہ اعیان ہے عکس تابش نور وجود حق ظاہر ہے۔ اور حقتعالے صورت اعیان میں ظہور کیا۔ اور اونکے آثار و احکام وجود میں ظاہر ہیں۔ اور وہ اوسیطرح معدوم ہیں اور یہ مسئلہ بغیر کشف کے کما ینبغی سمجھ میں نہیں آتا۔

۱۳۵ عدم چوں گشت ہستی را مقابل
درو عکسے شد اندر حال حاصل

۱۳۶ شد آں وحدۃ ازیں کثرۃ پدیدار
یکے را چوں شمردی گشت بسیار

یعنے وہ وحدۃ حقیقی کہ وہ ہستی مطلق ہے اس آئینوں کی کثرت سے
کہ اعیان ثابتہ ہے ظاہر ہوئی۔ باوجودیکہ کثرت تعینات میں ظہور
کی ہے۔ کسیطرح کی کثرت حقیقت میں اوس وحدۃ کے لازم نہووے
مثل واحد کے کہ دوبار گنے تو دو ہووے۔ اور تین بار گنے تو تین
ہووے۔ اور اسی پر قیاس کر۔ لیکن وہ وحدۃ ہر گنتی میں ایک
صفت کی خصوصیت اور ایک اسم سے ممتاز ہوی۔ اور اوس کمالات
صفات کی نہایت نہیں ہے جسطرح فرمایا۔

۱۳۷ عدد گرچہ یکے دارد بدایت
ولیکن نبودش ہرگز نہایت

جان کہ واحد مبدأ و منشار جمیع اعداد ہے۔ اور تمام عدد اوسی سے
حاصل ہوے ہیں بلکہ وہی ہے کہ تمام اعداد کا عین ہے۔ لیکن
عدد کو نہایت نہیں ہے۔ اور اوس میں اشارہ ہے ظہورات
الہی کے عدم انحصار کے طرف اور ظاہر ہے کہ جب آئینہ صاف
ہوگا صورت بھی نظر آئیگی اس لئے فرمایا کہ۔

۱۳۸ عدم در ذات خود چوں بود صافی
ازو تا ظاہر آمد گنج مخفی ؏

۱۳۹ حدیث کنت کنزاً را فروخواں
کہ تا پیدا بہ بینی سر پنہاں

جبکہ نیستی آئینہ ہستی ہے اسی لئے مرشدان طریقت سالکوں کو

فرماتے ہیں کہ نفی خواطر اور باطن کو غیر سے خالی کرنے میں کوشش کریں۔ تا اونکا دل بعضے صفات کی ہستی سے متصف ہووے۔ تا اوس نیستی کے واسطہ سے نمایندگی کی قابلیت پیدا ہوکر حقتعالے کی تجلی دیکھے۔ ۵

آنکہ او بے نقش و سادہ سینہ شد	نقشہائے غیب را آئینہ شد
آئینہ دل چون شود صافی و پاک	نقشہا بیند بروں از آب و خاک
ہم ببیند نقش و ہم نقاش را	فرش دولت را و ہم فراش را

حدیث قدسی۔ کُنْتُ کَنْزاً مَخْفِیّاً فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِکَیْ اُعْرَفَ اس بات کی دلیل ہے یعنے ذات حق جو ہستی مطلق ہے اپنے کمال نورانیت میں مخفی تھی۔ اور تمام کا ظہور تجلی شہودی پر موقوف تھا کہ مراد ظہور حق سے ساتھ صور اعیان ثابتہ کے ہے پس خَلَقْتُ الْخَلْقَ لِکَیْ اُعْرَفَ اسی تجلی کے طرف اشارہ ہے اور ظہور و خفی امر نسبی ہیں و نہ ادراک و شعور ہرگز ذات سے منفک نہیں ہے۔ شہود اجمالی ہیں اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ ہے اور شہود تفصیلی میں اِبْنَ اٰدَمَ اَنَا بِحَقِّیْ لَکَ مُحِبٌّ فَبِحَقِّیْ عَلَیْکَ کُنْ لِیْ مُحِبّاً جبکہ پایا اس معنی کا صورت عکس میں کہ عالم ہے سوائے انسان کے نہیں ہو سکتا ہے۔ اس لئے فرمایا کہ۔

۱۴۰ عدم آئینہ عالم عکس و انساں
چو چشم عکس در وے عکس پنہاں

عالم کو کہ واسطہ واکہ علم کا ساتھ وجود حق کے ہے عالم کہتے ہیں

میں مخفی تھا پس مجھے اچھا معلوم ہوا کہ اپنا ظہور کروں اور ظاہر ہو کر معلوم ہوں تو میں نے خلق کو پیدا کیا تاکہ پہچانا جاؤں پس میں نے خلق کو پیدا کیا تاکہ پہچانا جاؤں ۱۲

بیشک اللہ تعالیٰ تمام عالم سے یقیناً بے پرواہ ہے ۱۲

اے ابن آدم میں بلحاظ میرے اوس حق کے جو تیرے لئے ہے تیرا دوست ہوں پس تو بھی بلحاظ اوس حق کے جو تجھ پر میرے ہے میرا دوست ہو جا ۱۲

یعنے عدم کہ اعیان ثابتہ ہے آئینہ وجود حق ہے ۔ اور عالم اوس وجود کا عکس ہے کہ بواسطہ تقابل کے آئینہ عدم میں ظاہر ہوا ۔ اور اوس عکس کو ظل بھی کہتے ہیں اس لئے کہ جسطرح ظل نور سے ظاہر ہے ۔ اور نور سے قطع نظر کریں تو عدم ہے ۔ اسیطرح عالم نور حق سے پیدا اور روشن ہے اور ذات کے نظر کرتے عدم و ظلمت ہے ۔ اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ یعنے تو دیدہ اعتبار نہیں کھولتا ہے ۔ اور نہیں دیکھتا ہے کہ حقتعالے کسطرح وجود اضافی کو جو پر تو نور وجود حقیقی ہے ۔ اعیان ممکنات پر ممتد و منبسط کیا ہے ۔ اور انسان اس عکس کا جو عالم ہے آئینہ ہے ۔ جسطرح کہ تمام چیزیں آنکھ سے نظر آتی اور ظاہر ہوتی ہیں اسیطرح اسرار الٰہی انسان سے ظاہر ہوتی ہیں اور ایجاد عالم سے جو مقصود ہے وہ انسان ہی ہے ۔ جب حقیقت میں صورت انسانی کہ چشم عالم ہے حقتعالے اپنا مشاہدہ جمال دکھلا رہا ہے اس لئے فرمایا کہ

(۱۴) تو چشم عکسی و او نور دیدہ
بدیدہ دیدہ را دیدہ کہ دیدہ

یعنے انسان چشم عالم ہے جو عکس وجود حق ہے ۔ اور حقتعالے اس دیدہ کا نور ۔ یعنے انسان العین ہے ۔ جاننا چاہئے کہ ایک شخص آئینہ میں اپنے عکس کو دیکھتا ہے ۔ اور جو شخص میں ہے وہ عکس میں بھی ہونا چاہئے جسطرح اصل کو آنکھ ہے اوسی طرح عکس کو بھی ہے اور جسطرح دیکھنے والے کے دیدہ میں تمام صورت عکس کی منطبع ہے

تفسیر آیۃ الم تر الی ربک

کیا تو نے اپنے پروردگار کی طرف نہیں دیکھا کہ کس طرح سایہ کو پھیلایا ہے ۔ ۱۲

عکس کے دیدہ میں بھی تمام صورت دیکھنے والے کی منطبع ہو گی حاصل
معنی دوسرے مصرع کے یہ ہیں کہ بدیدہ یعنے ساتھ انسان کے کہا گیا
چشم عکس ہے دیدہ را یعنے انسان العین کو کہ حقتعالے مراد ہے جو نور
دیدہ ہے - کیونکہ دیدہ بسبب اوس کے دیکھتا ہے - یعنے دیدہ انسان العین
جو انساں میں پنہاں ہے دیدہ ہے - اعنے بواسطۂ انسان کے حق کو
دیدۂ حق دیکھا اور خود آپ اپنے خودی کا دیکھنے والا ٹھیرا - یہ عجب نکتہ
ہے کہ حقتعالے ایک وجہ سے انسان العین ہے اور ایک وجہ سے
انسان انسان العین ہے جبکہ عالم ساتھ انسان کے جو بجای اوس کے
دیدہ کے ہے مثل ایک شخص کے ہے جس کا نام انسان کبیر ہے - اور
اس سبب سے کہ انسان حقیقت و خلاصہ سب کا ہے ایک علیحدہ جہاں
ہے - اور فی الواقع جو نسبت حقتعالے کو انسان سے ہے وہی نسبت
انسان کو جہاں سے ہے جسطرح فرمایا کہ -

بیت ۱
جہاں انسان شد و انسان جہانے
ازین پاکیزہ تر نبود بیانے

یعنے جہاں ساتھ انسان کے انسان کبیر ہے - اور انسان سب کا
خلاصہ ہو کر ایک علیحدہ جہاں ہے - اور جسطرح کہ حقتعالے انسان میں
تجلی فرما کر اور اوس کا دیدہ ہو کر اپنے دیدہ سے خود کو مشاہدہ فرمایا
اسیطرح انسان جہاں میں پیدا ہو کر اور دیدۂ جہاں ہو کر اپنے کو آپ
مفصلاً مشاہدہ کیا - اور جبکہ جو کچھ ہے حقیقت میں سب ہستی حق ہے -

اور اوس کے سوا کچھ نہیں ہے۔ فرمایا کہ

۱۴۳ چو نیکو بنگرے دراصل ایں کار
ہمو بینندہ ہم دیدہ است و دیدار

۱۴۴ حدیث قدسی ایں معنی بیاں کرد
فبی یسمع و بی یبصر عیاں کرد

لا یزال العبد یتقرب الی بالنوافل حتیٰ احبہ فاذا احببتہ کنت سمعہ وبصرہٗ ولسانہ ویدہٗ ورجلہ فبی یسمع وبی یبصر وبی ینطق وبی یبطش وبی یمشی یعنے ہمیشہ بندہ مجہ سے ساتھ نوافل کے نزدیک ہوتا ہے۔ نوافل سے مراد طاعات وعبادات نافلہ ہیں۔ یہانتک کہ میں اوسکو دوست رکھتا ہوں۔ جب اوسکو دوست رکھتا ہوں تو اوس کے کان ہوں اوسکی آنکھ۔ اوس کی زبان۔ اوس کا ہاتھ۔ اور اوس کا پاؤں ہوجاتا ہوں پس مجہ سے سنتا۔ مجہ سے دیکھتا۔ مجہ سے کہتا۔ مجہ سے پکڑتا۔ مجہ سے چلتا ہے۔ شاعر نے کیا خوب کہا۔ ہ

ایں سعادت ہر کرا او را بر گرفت		خاک پایش را فلک بر سر گرفت
ہر کہ او از خود بکلی وا نرست		ماندش ذرّے ازیں دریا بدست
خود محبت فارغ از ما و منست		ہر کہ او را دوست خود را دشمن است

۱۴۵ جہاں را سر بسر چوں آئینہ داں
بہر یک ذرہ در وے مہر تاباں

جان کہ عالم من حیث المجموع مثل آئینہ ہے۔ حقتعالے تمامی وجوہ

اسمار تفصیل سے اوس میں دکھلایا ہے۔ اور پھر ہر ذرہ اس عالم
سے ایک آئینہ ہے کہ حقتعالےٰ اون وجوہ اسمار میں سے ساتھ ایک
وجہ کے اوس میں منعکس ہوا ہے کیونکہ ہر ذرہ صورت ایک اسم کی
اسماے الٰھیہ سے ہے کہ وجہ اوس اسم کی اوس صورت میں ظاہر
ہے اور یہ معلوم ہے کہ ہر ایک اسم اسماے جزوی سے ہو یا کلی سے
متصف جمیع اسماسے ہے اس لئے کہ تمام اسما ذات احدیت سے
متحد ہیں۔ اور ایک دوسرے سے بسبب خصوصیات صفات و
نسب کے ممتاز ہیں۔ اور صفات و نسب بالقوۃ لازم ذات ہیں
اور ذات سے منفک نہیں ہوسکتے ہیں۔ پس ہر ایک چیز میں تمام چیز ہوگی
جسطرح ایک چیز میں تمام موجودات حقیقت میں ہیں۔ لیکن اوسکا تعین
مانع ظہور ہے۔ اسکو سر تجلیات کہتے ہیں۔ کہ عارف ہر شے میں تمام
اشیار کا مشاہدہ کرتا ہے۔

۱۴۶ اگر یک قطرہ را دل بر شگافی
بروں آید از و صد بحر صافی

یعنے اگر ایک قطرہ کا دل بھی چیرا جاوے۔ اور جو کچھ اس کے
باطن میں مخفی ہے ظاہر ہووے۔ اور تعین قطرہ اوٹھے۔ اور
اپنے قید خودی سے چھوٹے باوجود اس کے کہ وہ قطرہ ایک جزو
صغیر ہے۔ سو صاف دریا بلکہ بے شمار نکل پڑیں۔ کیونکہ جو کچھ کدورت
و نقص سے ہے تعین کا لازمہ ہے اور جب تعین نہ رہا جسکو دیکھو صاف ہے

۱۴۷ بهر جزوی ز خاک ار بنگری راست
ہزاراں آدم اندروے ہویداست

یعنے خاک کے ہر جزو میں ہزاروں آدم پیدا و ظاہر ہے اور ہوسکتا ہے کہ فعل میں آئیں اس لئے کہ سب کی حقیقت ایک ہے۔ اور وہی ایک حقیقت تمام صورتوں میں موافق تفاوت قابلیات و استعدات کے ظہور پائی ہے۔

۱۴۸ به اعضا پشه ہم چند پیلست
در اسما قطره مانند نیلست

یعنی مچھر کا چھوٹا وجود اور ھاتی کا بڑا۔ اعضا میں مثل ایک دوسرے کے ہے اعنی جو عضو ھاتی کو ہے مچھر کو بھی ہے۔ اور قطرہ کو نسبت نیل سے یہ ہے کہ دونوں کو پانی کہتے ہیں۔ یہ اوس سر کے طرف اشارہ ہے کہ تمام اشیار کی حقیقت جس سے ہے وہ ایک چیز ہے۔

۱۴۹ درون حبه صد خرمن آمد
جہانے در دل یک ارزن آمد

۱۵۰ به پر پشه در جاے جانے
درون نقطه چشم آسمانے

یہ سب اوسوقت ظاہر ہوتا ہے کہ قید تعین سے خلاصی پاوے۔

۱۵۱ بداں خردی که آمد حبه دل
خداوند دو عالم راست منزل

جزو دل

حبہ دل وہ نقطہ خون سیاہ ہے کہ اصل حیات ہے۔ اور اسی سے
حیات وفیض تمام اعضا کو پہونچتا ہے۔ اور باوجود اس خردی
کے محل ظہور عظمت حق ہے۔ اور ہر ایک مرتبہ مراتب وجود سے صرف
دل انسان کامل ہی میں سمایا ہے جسطرح لا یسعنی کی حدیث میں آیا ہے

۱۵۲ درو در جمع گشتہ ہر دو عالم
گہے ابلیس گردد گاہ آدم

جبکہ دل انسان مظہر جمعیت الٰہیہ ہے۔ اور حقایق مراتب ظاہر و باطن
کہ جس سے مراد ہر دو عالم ہے دل انسان میں جمع ہوے ہیں۔ کبھی غلبہ
اسماے جلال سے ابلیس ہوتا ہے اور ایک وقت بمقتضاے اسمار جمالی
کے آدم ہوتا ہے لیکن ہر جمال کو جلال ہے۔ اور ہر جلال کے پیچھے
جمال ہے جسطرح فرمایا۔

۱۵۳ بہ بیں عالم ہمہ درہم سرشتہ
ملک در دیو و شیطان در فرشتہ

یعنے دیو کے ساتھ فرشتہ ہے کیونکہ ہر چیز کے ہمراہ فرشتہ ہے اور
فرشتہ میں شیطان ہے جسطرح آسمان پر شیطان فرشتوں کے ساتھ
تھا۔ ارض عالم میں آفاق وانفس عقل ونفس روح وطبیعت کہ سب
ایک دوسرے پر مترتب ہیں اس لئے فرمایا۔

۱۵۴ ہمہ باہم بہم چوں دانہ و بر
ز کافر مومن و مومن ز کافر

یعنے جسطرح مقصود تخم سے نفع اور پھل ہے۔ اسیطرح خیر و شر مومن و کافر
باہم ملے ہوے ہیں۔ اور بسبب کمال ایک دوسرے کے ہیں۔

۱۵۵ بہم جمع آمدہ در نقطۂ خال
ہمہ دورِ زماں روز و مہ و سال

یعنے نقطہ خال کہ مراد حضرت الٰہیہ سے ہے بسبب امتداد معنوی کے کہ
ظہور میں اوس حضرت کے ملاخطہ کرتے ہیں اوسکو وقت دایم کہتے ہیں
اور بحسب مرتبہ کے بہنایت غیب مطلق ہے۔ اوس کے آثار احکام ظہور
شہاوت میں اور خروج قوۃ سے فعل میں کہ جس سے مراد ماضی مستقبل ہے
ایک جاے ایک ہی دفعہ میں بے ملاخطہ تقدم و تاخر کے اوس نقطۂ خال
میں حاضر و جمع ہیں۔

۱۵۶ ازل عین ابد افتاد باہم
نزول عیسے و ایجاد عالم

یعنے حضرت الہیہ میں ازل و ابد کہ مراد اولیت و آخریت اشیاء موجودہ
سے ہے ملے ہوے ہیں۔ اور اوس کے علم میں برابر ہیں۔ ایجاد عالم
اور نزول عیسیٰ باہم معلومیت الہٰی کے لحاظ سے ایک ہیں۔

۱۵۷ ز ہر یک نقطہ زیں دور مسلسل
ہزاراں شکل میگردد مشکل

دور سے مراد حرکت کوکب ہے کہ مبدار معین سے ایک خاص حرکت
ہو کر پھر اوسی مبدے کو پہونچ جانا۔ اور دور مسلسل سے جو دایرہ میں حرکت

دوری سے جو صورتِ وجود پیدا ہوتی ہے مراد ہے۔ یعنے اس دایرہ مسلسل نے بمقتضائے ظہور و اظہار اس شیونات مختلفہ غیر متناہیہ کے مرتبۂ علم سے عین میں آتے ہیں۔ اور پھر اپنے اصل کے طرف عود کرتے ہیں

۱۵۸ ز ہر یک نقطہ دوری گشتہ دایر
ہمو مرکز ہمو در دور سایر

یعنے تمام اشیاء اسماسے دایر ہیں اور اسما ایک ذات سے۔ پس البتہ ان دوایر غیر متناہیہ کا مرکز۔ اور اس تمام دوایر کے دور میں سایر وہی ہے سوائے اس کے کوئی موجود حقیقت میں نہیں۔

۱۵۹ اگر یک ذرہ را برگیری از جاے
خلل یابد ہمہ عالم سراپاے

یعنے مجموعہ اجزاء عالم حکمت کاملہ سے اس ترتیب پر واقع ہے کہ ایک ذرہ بھی اوس کی جاے سے علیحدہ کریں وہ وضع نہ ہے۔ اور ترتیب عالم جو واقع ہوئی ہے مختل ہو جاے اور تمام عالم میں خلل آجاے۔

۱۶۰ ہمہ سرگشتہ و یک جزو از یشاں
بروں ننہادہ پا از حد امکاں

یعنے تمام عالم سرگشتہ و جویاں اوس حقیقی مقصد کا ہے۔ اور اجزاء عالم سے ایک جز با وجود اون کے صورتوں میں حقیقۃ الحقایق ظاہر ہونیکے حد امکاں سے پاؤں باہر نہیں رکھ سکتا۔ اور قید امکانیہ میں محبوس ہے

۱۶۱ تعین ہر یکے را کردہ محبوس

بجزویت بکلی گشتہ مایوس

یعنے تعین تشخص بواسطہ شیون نسب کے جو ایک وجود کو عارض ہوا ہے ہر ایک کو اس افراد عالم سے محبوس ومقید کیا ہے۔ اور عالم اطلاق کی سیر کرنے نہیں دیتا۔ اور اوس حقیقت پر کہ جو سب کی صورۃ میں تجلی کی ہے واقف ہونے نہیں دیتا۔

۱۶۲ توگوئی دایما در سیر و حبس اند
کہ پیوستہ میان خلع ولبس اند

یعنے ممکنات کہ مراد عالم سے ہے بحسب اقتضائے ذاتی کے جانب عدم بسرعت تمام ساری ہے۔ پس کہے تو ہمیشہ سیر میں ہے۔ جب نفس رحمانی سے امداد وجودی بغیر انقطاع کے پہونچتے ہی اونکو قید وجود میں محبوس رکھتی ہے۔ اور اپنی عدمیت کے طرف پلٹنے نہیں دیتی تو موجد کے لحاظ ہمیشہ حبس میں ہے۔ یعنے ممکن ہر لحظہ لباس وجود نکالنا چاہتا ہے۔ اور نفس رحمانی ہمیشہ لباس وجود پہناتا ہے تو وہ ہر آن میں خلق جدید میں ہے چنانچہ بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ میں اسیطرف اشارہ ہے۔

۱۶۳ ہمہ در جنبش و دایم در آرام
نہ آغاز یکے پیدا نہ انجام

یعنے عالم کو دو اعتبار ہیں۔ ایک اپنی ذات کے اعتبار سے اور دوسرے موجد کے لحاظ سے۔ اور بواسطہ دو اعتبار کے دو امر مخالف اس میں دیکھے جاتے ہیں جنبش ممکن کی اپنے مرکز کے طرف جو عدم ہے ضرور ہے

اور عین

اور نفس رحمانی مقام ہستی میں آرام و سکون ہے۔ اور کوئی شخص نہیں جانتا ہے کہ ان مراتب کی ابتدا کب ہوئی۔ اور نہایت کب ہوگی۔

۱۶۴ ہمہ از ذات خود پیوستہ آگاہ
وزانجا راہ بردہ تا بدرگاہ

جب حقتعالے الجمیع اشیاء و اعیان کے متجلی ہے۔ اور علم و حیات لازم ذات الٰہی ہے۔ جہاں ملزوم ہوگا البتہ لازم بھی ہوگا۔ یعنے تمام عالم اپنے ذات سے بقوۃ یا بفعل آگاہ ہے۔ تو اب درگاہ حضرت الٰہیہ تک راہ پاسکتے ہیں کیونکہ ذات حق بھی سب کے صورتوں میں متجلی و ظاہر ہے۔

۱۶۵ بزیر پردۂ ہر ذرہ پنہاں
جمال جاں فزاے روے جاناں

یہ بات عجایب شیونات الٰہی سے ہے کہ عین ظہور میں مخفی اور عین خفا میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور تعینات و تشخصات اوس جمال کے پردہ ہیں

قاعدہ تمثیل ۱۶۶ تو از عالم ہمیں نامے شنیدی
بیا برگو کہ از عالم چہ دیدی

۱۶۷ چہ دانستی ز صورت یا ز معنی
کدامست آخرت چونست دینی

یعنے عالم سے تو یہی ایک لفظ مراد سمجھا ہے۔ بلکہ عوالم غیر محسوس بہت ہیں اور دنیا اوس عالم سے مراد ہے کہ نفس انسانی جس میں

بدن سے متعلق ہے اور بواسطۂ آلات بدنی کے اخلاق و اعمال سیئات
وحسنات سے حاصل کرتا ہے۔ اور آخرۃ وہ عالم ہے کہ بدن کی مفارقت
کے بعد اوس جگہ ان اخلاق و اعمال کا بدلہ ملیگا۔

۱۶۸ بگو سیمرغ و کوہ قاف چہ بود
بہشت و دوزخ و اعراف چہ بود

جاننا چاہئے کہ سیمرغ حقیقت انسانی سے مراد ہے کہ حقتعالے ساتھ
تمامی اسمار و صفات کے متجلی و ظاہر ہے جسطرح کہ لوگ کہتے ہیں کہ کوہ قاف
تمام عالم کو محیط ہے اسیطرح حقیقت انسانی تمام حقایق عالم کو شامل ہے
اور اسیطرح بہشت و دوزخ کے بھی مظاہر تمام عالم میں ہیں۔ کیونکہ اونکے
اعیان کہ صورت علمیہ ہیں۔ علم الہٰی میں ہیں۔ اور عالم روحانی ہیں وجود
جسمانی سے پہلے بھی اونکا وجود تھا۔ اور اس دار دنیا میں بھی اون کے
وجود کے ثبوت کے لئے یہ حدیث ہے۔ اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ
وَجَنَّۃُ الْکَافِرِ اور اونکا وجود کا برزخ مثالی میں ہونے کے لئے یہ
دلیل ہے۔ اَلْقَبْرُ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ۔ اَوْحُفْرَۃٌ مِّنْ حُفَرِ النِّیْرَانِ
اور عالم انسانی میں جو سب کا منتخب ہے وہاں بھی اونکا وجود ہے اسلئے
کہ مرتبۂ روح اور اوس کے کمالات عین نعیم جنت ہے اور مقام نفس و ہوا
ذات جہنم ہے۔ اور اون کے مرتبوں کا آخر مظاہر دار آخرۃ ہے جو عالم
بدلے کا ہے۔ اور اعراف مرتبہ سالقوں کا ہے۔

۱۶۹ کدامست آنجہاں کو نیست پیدا

که یک روزش بود یکسال اینجا

یعنے ایک روز عالم برزخ کا یہاں کا ایکسال ہے۔ اور ایک روز عالم ربوبیت کا ہزار سال ہے جسطرح کہ فرمایا اِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ اور ایک روز عالم الوہیت کا پچاس ہزار سال کا ہے۔ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ یعنے جسقدر کثافت کمتر ہوتی ملاحظہ بُعد درمیان مبدأ و معاد۔ اور ازل و ابد کے کمتر ہوتی ہے۔ اور ظہور علم و انکشاف معلومات و حقایق امور زیادہ ہے۔

۱۷۰ ہمیں بود جہاں آخر کہ دیدی
نہ مالاتبصرون آخر شنیدی

یعنے یہی عالم شہادت محسوس نہیں ہے جو تو دیکھتا ہے۔ بلکہ دوسرا عالم ادراک حواس سے بالاتر ہے اسی لئے اللہ تعالے فرماتاہے کہ فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ۔

۱۷۱ بیا بنما کہ جابلقا کدامست
جہان شہر جابلسا چہ نامست

جابلقا بڑا شہر ایک مشرق میں ہے۔ اور ایک بڑا شہر جابلسا بھی جابلقا کے مقابلہ میں مغرب میں ہے۔ اہل تاویل کے پاس جابلقا عالم مثال ہے کہ جانب مشرق ارواح کے واقع ہے جو برزخ ہے درمیان میں غیب و شہادت کے۔ اور صور عالم پر مشتمل ہے۔ اور

جا ملبسا عالم مثال اور عالم برزخ ہے کہ ارواح بعد مفارقت نشۂ دینویہ کے اوس جاے میں رہینگے۔ اور یہ برزخ جانب مغرب اجسام کے واقع ہے اکثر لوگوں نے یہ سمجھا ہے کہ یہ دونوں برزخ ایک ہیں۔ لیکن جاننا چاہئے کہ دونوں برزخ علیحدہ علیحدہ ہیں۔ کیونکہ جو صورتیں ارواح کو برزخ آخر میں لاحق ہوتے ہیں وہ صورتیں اعمال نتایج اخلاق و افعال ملکات کے ہیں جو نشاۂ دنیاوی میں حاصل ہوے تھے بخلاف برزخ اول کی صورتوں کے۔ لیکن وہ دونوں عالم روحانی ہیں اور جوہر نورانی غیر مادی ہونے میں ایک ہیں۔ اور جب ہر عالم کو مشرق و مغرب ہے بلکہ ہر مرتبہ اور ہر فرد کو افراد موجودہ سے مشرق و مغرب ہے اس لئے فرمایا۔

۱۷۲ مشارق با مغارب ہم بیندیش
چو ایں عالم ندارد از یکے بیش

شیخ فرماتے ہیں کہ مشارق و مغارب میں تامل کر کہ قرآن شریف میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ فَلَآ اُقۡسِمُ بِرَبِّ الۡمَشٰرِقِ وَالۡمَغٰرِبِ جمع ہے حالانکہ اس عالم میں محسوس صرف ایک مشرق اور ایک مغرب ہے اسی سے معلوم ہوا کہ عالم اسی عالم ظاہر میں منحصر نہیں ہے۔ بلکہ عوالم لطیفہ غیر محسوس ہیں۔

یعنی میں مشرقوں اور مغربوں کے مالک یعنی اپنی ذات کی قسم کھاتا ہوں

۱۷۳ بیاں مثلھن از ابن عباس
شنو پس خویشتن را نیک بشناس

سلطان

سلطان المفسرین ابن عباس فرماتے ہیں کہ اگر میں اس قول الٰہی کی تفسیر بیان کروں تو مجھے تم رجم کروگے اور کافر کہوگے وہ آیۃ یہ ہے۔ اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰاتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَھُنَّ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَھُنَّ ۔

۱۷۴ تو در خوابی و این دیدن خیال است
ہر آنچہ دیدۂ از وے مثال است

جیسے کہ کوئی شخص چند صورتیں خواب میں دیکھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ محقق الوجود ہیں۔ اور یہ سمجھتا ہے کہ صور خیالیہ ہیں جو خارج میں وجود نہیں رکھتے ہیں۔ اسیطرح تو عالم کو وجود حقیقی جانتا ہے اور خواب غفلت میں ہے حالانکہ جو تو دیکھتا ہے حقیقت میں عکس و مثال وجود حق ہے۔ اعیان ممکنہ کے آئینہ سے نمودار ہوا ہے۔ حق کے سوا دوسرے کو وجود ہی نہیں ہے

این نقشہا کہ ہست سراسر نمائش است	اندر نظر چو صورت بسیار آمدہ
عالم مثال ذات و ظلال صفات اوست	نقش دوئی چو صورت پندار آمدہ

۱۷۵ بصبح حشر گردی چوں تو بیدار
بدانی کاں ہمہ وہم است پندار

یعنے جب صبح حشر ہوگی اور خواب غفلت سے تو بیدار ہوگا تو تعینات وکثرت نظر سے اوٹھ جائیگی اور وہ جو کہ متفرق تھا مجتمع ہوجاویگا۔ توحید ظاہر ہوجاویگی۔ اوسوقت سمجھے گا کہ وجود واحد بہ سبب کثرت مظاہر کے کثیر نظر آتا تھا۔

۱۷۶ چو برخیزد خیال از چشم احول

اللہ ہی تو ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور اون ہی کی طرح زمین ان میں احکام نازل ہوتے رہتے ہیں۔۱۲

زمین و آسماں گرد د مبدل

یعنے صبح حشر سے مراد وصول سالک کا مقام توحید تک ہے کہ کونین اوس کے نظر میں بہ سبب نور وحدانیت کے محو ومنطمس ہوتا ہے اور خیال چشم احول جو ایک کو دو دیکھتا تھا نظر سے اوٹھ جاتا ہے اور یقیناً سمجھتا ہے کہ وجود حقتعالے کیلئے ہے اور خیال وہم وپندار اور زمین وآسمان مبدل ہوے ہیں یعنے وہ خیال کہ خواب غفلت میں دیکھتا تھا جو غیریت ہے بسبب صبح حشر کے تمام عینیت ہوجاتی ہے ۔

۱۷۷ چو خورشید عیاں بنما یدت چہر
نماند نور ناھید ومہ ومہر

یعنے تجلی ذات احدی جو خورشید عیاں ہے آئینہ قلب سلیم سالک حق بیں میں رخ دکھاوے تو اوسکے چمک کے سامنے نور زہرہ وماہ وآفتاب ظلمت آباد عدم کی راہ لیں اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَاِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ کوئی نور وجود خیالی محاذی ممکنات کا جو نظر آتا تھا تاب نور تجلی ذات الٰہی میں محو مطلق ہووے ۔ اور بسبب ظہور حق بصفت اطلاقی کے قیامت قایم ہووے ۔ دوسروں کے لئے جو اودھار ہے اس کیلئے نقد ہے ۔ ۵

جبکہ سورج دھندلا جاے
اور جبکہ ستارے جھڑ جائیں

ہر کہ گوید کو قیامت اے صنم	خویشتن بنما قیامت یک منم
ایں قیامت زاں قیامت کے کم است	آں قیامت زخم وایں چوں مرہم است

۱۷۸ فتد بر تاب ازاں در سنگ خارہ
شود چوں پشم رنگیں پارہ پارہ

یعنے وہ نور تجلی ذات جو خورشید عیاں ہے سخت پتھر پر خواہ وہ کوہ آفاقی

ہاوں یا

یعنی جیسے دھنکی ہوئی اون اور پہاڑ پارہ پارہ ہو جاوینگے

ہوں یا انفسی یہ دونوں اس کے ہیبت سے مانند رنگین روی کے پارہ پارہ ہو جاوینگے اور محو و متلاشی ہونگے وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ۔

۱۷۹ بکن اکنوں کہ کردن می توانی
چو نتوانی چہ سود انگہ کہ دانی

یعنی جو کچہ کرنا ہے اب کر اور کسی پیر کامل کے دامن کو پکڑ لے اور اپنے اختیار کو اوس کے اختیار میں محو کر جیسے میت غسال کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اور ہمیشہ متوجہ سوی حق ہو اور عادت صدق عادات افعال کے کر اور مشتہیات ولذات نفسانی سے اعراض کر۔ اور نفس کو رزایل اخلاق ونقایص اعمال سے پاک کر۔ اور ساتھ طاعات بدنی کے بمقتضاے شرع شریف مشغول ہو۔ اور افراط وتفریط سے مجتنب رہ۔ اور جو چیز کہ مانع توجہ بجانب حق ہو اوس سے بالکل منہ پھیرلے۔ اور قلت کلام وطعام ومنام کو اپنا شعار بنا۔ اور ایک قدم اپنے پیر کے امر سے باہر نہ رکھ۔ جب یہ مقدمات اور اسباب مرتب ہونگے دل سالک کہ جام جہاں نماے حق ہے ساتھ نور قدس و طہارت کے روشن ہوگا اور زنگ طبیعت سے مصفا ہوگا اور جب عالم سفلی ظلماتی سے قطع تعلق کرے گا۔ اوسکی روح عالم علوی طرف پرواز کریگی۔ اور آسمان وعرش کے طرف عروج ہوگا

اور روحانیہ و ملایکہ سے مناسبت پیدا ہو گی۔ اور انوار الٰہی اس کے پار دل میں چمکنے لگینگے اور اسی دیدۂ باطن سے ملاقات ایسی جو غایت مقاصد و نہایت مرام ہے حاصل ہو گی۔ یعنے ابھی قوت بدنی جو اسباب تحصیل اس مطلوب کا ہے جس میں ضعف نہیں آیا ہے سلوک و ریاضت ہو سکتی ہے اور تجھے یہ کمالات حاصل ہو سکتے ہیں ورنہ کچھ بھی حاصل نہیں۔

۱۸۰ چہ می گویم حدیث عالم دل
ترا اے سرنشیب و پاے در گل

یعنے حدیث عالم دل کہ عروج سوے عوالم لطیفہ ہے اور مشاہدۂ انوار تجلیات الٰہی ہے میں تجہ سے کیا بیان کروں۔ چونکہ تو اپنا سر مراتب کمالات قلبی و روحی سے نیچے کر کے اَسْفَلَ السَّافِلِیْنَ کے طبیعت کے طرف جھکایا ہے۔ اور پاؤں تیرا اسیر د سلوک کا لذات جسمانی و مشتہیات نفسانی کے کیچڑ میں پھنس گیا ہے اور تو حصول مال و جاہ میں مقید ہو گیا ہے۔ اور ادراک کمالات معنوی سے کہ لذات ابدی ہے بالکل محروم ہے۔

۱۸۱ جہان آنِ تو و تو ماندہ عاجز
زِ تو محروم ترکس دیدہ ہرگز

یعنے تمام جہان تیرے لئے پیدا ہوئی ہے اور تجھے اپنے معرفت کے لئے پیدا فرمایا ہے جس طرح

حدیث قدسی میں آیا ہے۔ یا ابن آدم خَلَقْتُ الْاَشْیَاءَ كُلَّهَا لِاَجْلِكَ وَخَلَقْتُكَ لِاَجْلِي

۱۸۲ چو محبوساں بیک منزل نشستہ
بدست عجز پائے خویش بستہ

۱۸۳ نشستی چوں زناں در کوے ادبار
نمیداری زجہل خویشتن عار

یعنی ہوائے نفس میں تو گرفتار ہے۔ اور سلوک کو طے نہیں کرتا اور ظاہری صورت دیو پر مثل عورتوں کے مرتا ہے اور تو اپنے جہالت سے نہیں نکلتا

۱۸۴ دلیراں جہاں آغشتہ درخوں
تو سر پوشیدہ ننہی پائے بیروں

یعنی طالب قرب مولے جو سالک راہ طریقت ہیں اپنی شجاعت و دلیری سے نفس امارہ کا ہمیشہ مقابلہ کر رہے ہیں اور اس لڑائی میں اپنے دل کا خون جگر کھا رہے ہیں۔ اور تو پردۂ تقلید سر پر ڈالکر عورتوں کے مانند طعن و ہوا کے گھر میں بیٹھا ہوا ہے اور ہمت کا پاؤں میدان طلب میں نہیں رکھتا۔

۱۸۵ چہ کردی فہم ازیں دین العجائز
کہ بر خود جہل میداری تو جائز

یعنے تو اس حدیث سے یہ سمجھا ہوا ہے کہ جسطرح بوڑھیاں تفکر و استدلال معرفت میں نہیں کرتے ہیں تجھے بھی چاہئے کہ طلب معرفت یقینی کرے حالانکہ حدیث کے یہ معنی ہیں کہ تمام احکام شرعیہ ماموراتِ و منہیات میں کہ دین جس سے عبارت ہے چاہئے کہ بطریق انقیاد و متابعت مانند بوڑھیوں کے رہے اور عقل و ہوا و نفس کو اس میں دخل نہ دیں اور بے ضرورت کوئی تاویل خلاف ظاہر نکرے۔

۱۸۶ زناں چوں ناقصاں عقل و دینند
چرا مرداں رہ ایشاں گزینند

اس لئے کہ خود حدیث میں آیا ہے کہ هُنَّ نَاقِصَاتُ الْعَقْلِ وَالدِّيْنِ یعنے عورتیں عقل و دین میں ناقص ہیں۔ تو پھر کسطرح ہوگا کہ ہم بوڑھیوں کے تابع رہیں۔ بلکہ اتباع سے مراد عدم تاویل ہے اور جو عقل میں نہ آوے اس میں خود کو ادراک حقیقت سے قاصر سمجھیں کیونکہ کمال معرفت اس سے اعلےٰ ہے کہ اس کے حقایق کو ہر شخص پا سکے

۱۸۷ اگر مردی بروں آئی سفر کن
ہر آنچہ آید بہ پیش زان گذر کن

ضمائر ارباب بصائر پر مخفی نہ رہے کہ

یہانتک شرح ابیات کا ترجمہ ختم ہوگیا۔ اب حسب وعدہ مندرجہ دیباچہ تتمہ ابیات کا درج کرنا غور کر رہیں اس لئے غیر ضروری سمجھا گیا کہ اصل کتاب نایاب نہیں ہے اور اہل مطبع نے کافی اجرت لینے کے علاوہ انعام واکرام کا متوقع کرنیکے بعد بھی نہایت دق کر دیا ہے ۔

ہزار ہا روپیوں کی محنت اور ایک مشت صدہا روپیہ کا صرفہ اور اہل مطابع کے نغمہ سرایاں کو گوارا کرنے کے قطع نظر خواہشمندوں کی یہ کمال قدردانی ہے کہ کوئی خرید کرنا تو خیر مفت دیں تو بپاس خاطر لے لیتے ہیں مگر مطالعہ کو فرصت نہیں ملتی موسم میں بار بار آم شریفہ موز خربزہ و بیر وغیرہ کے خریدنے میں دریغ نہیں ہاں البتہ ایک مرتبہ خریدی کتاب میں تامل ہے

ہر کسی کا شغل میں دنیا کے دل
روز و شب اور ہر گھڑی ہے مشتغل
دین کے کاموں میں ہے ہر کوئی سست
ہزل کے باتوں میں ہے چالاک و چست
پہ نہیں امید اوس سے اس قدر
کہ پڑھے کچھ شوق سے یہ مختصر

بہر حال اس کی معافی چاہی جاتی ہے اور سہو کتابت کی بھی۔ فقط

ے

تیرا مسکن تیرا روضہ میرا قبلہ میرا کعبہ	تیری صورت خدا کی ہی کروں تجکو نکیوں سجدہ
خدا کو ڈھونڈتا ہے کہاں اے واعظ ناداں	ڈھنڈورہ شہر میں بچہ بغل میں ہی یہی قصہ
نظر میں رکھ ہمیشہ مرشد کامل کی صورت کو	اگر تو چاہتا ہے دیکھنا اللہ کا جلوہ
محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصل سب کا فرع کل ہے کائنات اسکی	اسی سے ہے بقا سبکو اسی سے ہی جہاں زندہ
ہمارے واسطے پیدا کیا اللہ نے تم کو	اگر پیدا نہوتے تم نہ ہوتا یہ کبھی بندہ
وہی ظاہر وہی باطن وہی ہی جلوہ گر ہر جا	زباں پر میرے حائل ہے شریعت کا مگر پردہ
بفضل اکبر حضرت رہبر	ذبیح پرگنہ پر سخن و اقرب کا کھلا عقدہ
اے مرشد طریقت خوش رنگ رنگ رنگ دے	ڈھل جائیں نقش کثرت وہ رنگ رنگ رنگ دے
واعظ کو ہے بہانہ حوروں سے دل لگانا	مانگی ہے کون جنت خوش رنگ رنگ رنگ دے
دل میں سرور آئے آنکھوں میں نور آئے	آیا ہوں در پہ تیرے کچھ رنگ رنگ رنگ دے
یا تو شراب دیدے یا تو جواب دیدے	مرشد میں صدقہ جاؤں کچھ رنگ رنگ رنگ دے
بنام خویش کردم ختم پایاں	الٰہی عاقبت محمود گرداں

سراغ میسری کتاب ہذا احاطہ مدرسہ اعزہ عقب دفتر صفائی بلدہ مکان نمبر ۲۰۴۷
محمد عبدالرحمن صیغہ دار مجلس عالیہ عدالت و احمد عبداللہ تنقیح ساز دفتر صدر محاسبی سرکار عالی
شاخ بلدہ

تمت